امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

# ماہنامہ شریعت

جلد 9 جنوری 2021ء بمطابق جمادی الأولی 1442ھ شمارہ 11

## ایک بار پھر مظلوم عوام پر بمباریوں اور وحشت میں اضافہ کیوں؟

- صحافیوں اور سماجی کارکنوں کا قتل اور پس پردہ مقاصد
- افغانستان میں مذاکرات نہ کرنے کی وجوہات
- انٹرسیپٹ کی رپورٹ

## ٹرمپ کی شکست اور جو بائیڈن سے دنیا کی امیدیں

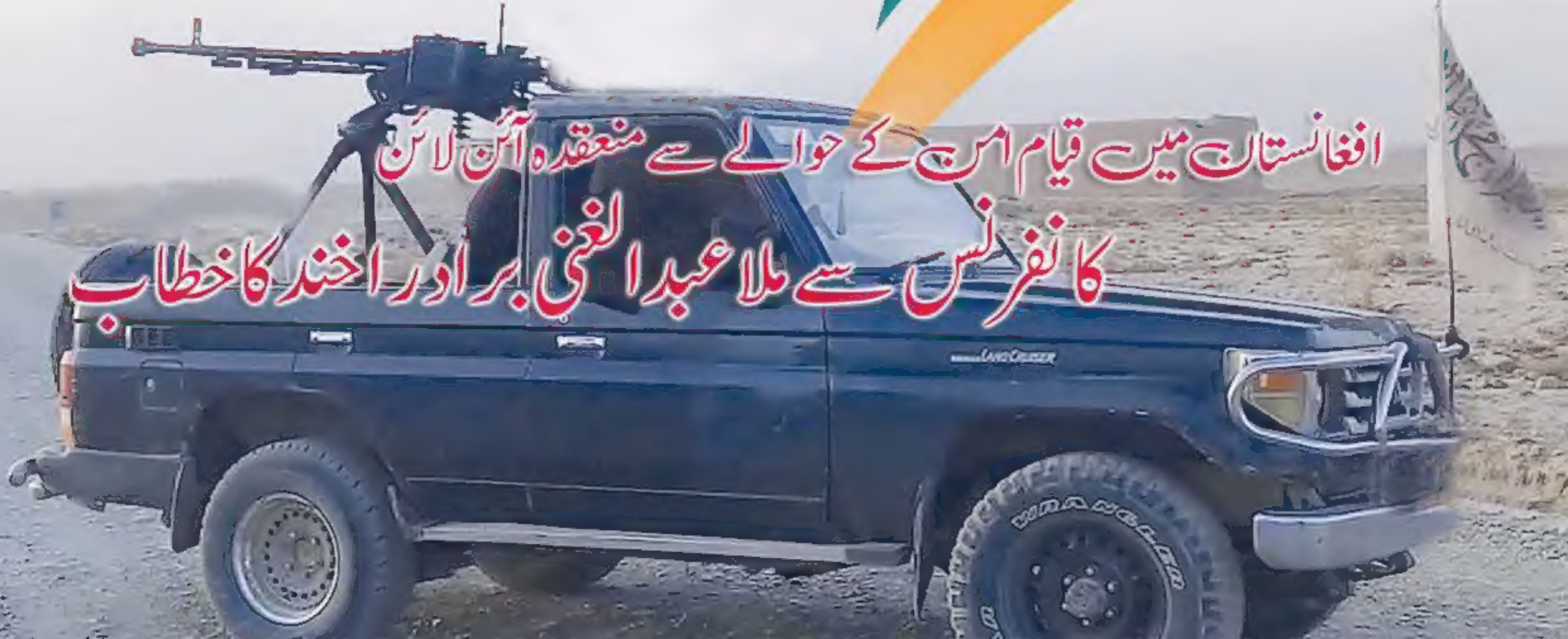

## افغانستان میں قیام امن کے حوالے سے منعقدہ آن لائن کانفرنس سے ملا عبدالغنی برادر اخند کا خطاب

# فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

عن انس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلث من اخلاق الايمان من اذا غضب لم يدخله غضبه فى باطل، ومن اذا رضى لم يخرجه رضاه من حق، ومن اذا قدر لم يتعاط ماليس له (المعجم الصغير للطبرانی)

ترجمہ: سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین باتوں کا شمار ایمانی اخلاق میں ہوتا ہے: (۱) جب غصہ آئے تو انسان (مغلوب ہو کر) باطل؛ (کے جوہڑ) میں نہ ڈوب جائے (۲) جب خوش ہو تو خوشی (کی بہتات) راہ حق سے برگشتہ نہ کردے (۳) اور جب قدرت واقتدار پائے تو وہ چیز نہ لے جس پر اس کا کوئی حق نہیں ہے

تشریح: ایمانی اخلاق میں سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں امور ایمان کے بنیادی تقاضوں میں شامل ہیں، ان کے بغیر اسلام کا اصل جوہر ہی باقی نہیں رہتا۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

# ماہنامہ شریعت

جلد ۹ / جنوری 2021ء / جمادی الاولی 1442ھ / شمارہ 11

مدیر اعلیٰ ولید افغان

نائب مدیر شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان ہارون بلخی

اکرم تاشفین محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی "میڈیا و ثقافتی کمیشن" کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

## عکس دروں

- بمباریوں اور وحشت میں اضافہ کیوں؟ 2
- امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے تعلیم و تربیت وہائی ایجوکیشن سال 2020 کی مختصر کارکردگی رپورٹ 3
- مولوی عبداللطیف منصور صاحب سے ماہنامہ شریعت کی گفتگو 5
- ٹرمپ کی شکست اور جو بائیڈن سے دنیا کی امیدیں 8
- ملا عبدالغنی برادر اخوند کا خطاب 12
- صحافیوں اور سماجی کارکنوں کا قتل اور پس پردہ مقاصد 16
- افغانستان میں مذاکرات نہ کرنے کی وجوہات 18
- چار شہیدوں کا بھائی میر اکبر کامران شہید 20
- 2020ء میں شہری نقصانات کے حوالے سے کمیشن برائے سد باب شہری نقصانات کی سالانہ رپورٹ 24
- تعزیتی اعلامیہ 26
- اسلامی نظام ایک انسانی ضرورت ہے 27
- انٹرسیپٹ کی رپورٹ: C.I.A کے ڈیتھ سکواڈ کے وحشتوں کی کہانی 28
- ہفتہ وار تبصرہ 36
- افغانستان نومبر ۲۰۲۰ میں 40
- جنگی جرائم 42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

اداریہ!

# بمباریوں اور وحشت میں اضافہ کیوں؟

کوئی دس ماہ پہلے امارت اسلامیہ افغانستان اور امریکہ کے درمیان قطر کے دارالخلافہ دوحہ میں افغان جنگ روکنے کے حوالہ سے ہونے والا معاہدہ یقیناً ایک بڑی پیش رفت تھی۔

کئے گئے معاہدے کے پیش نظر قابض فوجیوں کی روانگی کا سلسلہ، ان کے ناپاک وجود سے ان کے بڑے بڑے اڈوں کا خالی ہونا، پانچ ہزار طالبان قیدیوں کی رہائی، دوحہ ہی میں بین الافغانی مذاکرات کا آغاز اور ان مذاکرات کے لئے دوحہ معاہدے کو ہی بنیاد بنانا اہم باتیں تھیں جو عملی ہوئیں۔

یہ بات پوری دنیا کے علم میں ہے کہ کابل کے کٹھ پتلی ادارہ اس معاہدہ اور اس میں موجود تمام شقوں کی سخت مخالف اور اس کی راہ میں رکاوٹیں ڈالنے کی بھرپور کوششیں کی تھیں۔ لیکن امریکہ کی جانب دباو بڑھ جانے پر بادل ناخواستہ ماننے کو تیار ہوا، اب بین الافغانی مذاکرات کا دوسرا دور شروع ہوا ہے جس کے ساتھ افغان مسائل کا حل اور یہاں ایک سچے اسلامی نظام کے قیام کے لئے عوام پر امید ہوگئے ہیں۔

ہم مانتے ہیں کہ کابل ادارہ ایک بات بھی ماننے کو تیار نہیں تھا، جو کچھ بھی مانا ہے وہ امریکہ کی طرف سے ڈالی جانے والی دباؤ کے نتیجے میں مانا ہے۔ جو امریکہ کی دوحہ میں ہونے والے تاریخی معاہدہ کی پاسداری کی نشانی ہے۔

لیکن اس معاہدے کی ایک اہم شق امریکہ اور دیگر قابضین کی جانب سے بمباری اور گھروں پر چھاپوں اور دیگر کارروائیوں کی بندش تھی، جس کے بدلے میں امارت اسلامیہ نے بھی بیرونی افواج کو امن وسلامتی کے ساتھ افغانستان سے چلے جانے کی یقین دہانی کرائی تھی۔

امارت اسلامیہ نے اپنی طرف سے معاہدہ میں طے کئے گئے تمام شرائط پر کاربند رہ کر اپنی ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے اور گزشتہ دس ماہ میں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جسے امارت اسلامیہ کی جانب سے مخالفت پر محمول کیا جائے۔ جس کا اعتراف گزشتہ دنوں امریکہ کے وزیر خارجہ مائک پمپیو نے بھی کیا ہے۔

دنیا خوب جانتی ہے کہ نہ امارت اسلامیہ جنگ سے اکتا گئی ہے اور نہ ہی دشمن طاقت ور بن گیا ہے بلکہ دشمن کو اب یہ لڑائی بھاری پڑنے لگی ہے، وہ اکتایا ہوا اور مورال باختہ ہو چکا ہے جبکہ امارت اسلامیہ پہلے کی نسبت مضبوط ہوگئی ہے لیکن پھر بھی معاہدہ کی پاسداری کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے اور معاہدہ میں طے کی گئی شرائط پر عمل پیرا ہونا اپنی دینی ذمہ داری سمجھتی ہے۔

لیکن افسوس کہ مقابل جانب نے گزشتہ دنوں کئی بار ایسی کارروائیاں کی ہیں گویا کہ وہ قصداً وعمداً اس معاہدہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ پوری قوم شاہد ہے کہ ملک کے مختلف اطراف وجوانب میں امریکی فوجیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کی جانب سے بمباریوں میں شدت آگئی ہے۔ انہی بمباریوں میں کئی مقامات پر ایک گھر کے تمام افراد شہید ہو چکے ہیں۔

شہریوں کے خلاف وحشت کا یہ سلسلہ دوحہ معاہدہ کے لئے خطرناک ہے۔ وحشت کا یہ سلسلہ افغانستان کے مسائل کے لئے کی گئی پیش رفت کے لئے نقصان دہ ہے اور قوم میں ناامیدی کی فضا قائم کر رہا ہے جو اس قوم کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔

افغانوں پر مسلط کئے گئے اس بیس سالہ طویل جنگ میں امریکی فوجیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں کی جانب سے مظلوم افغان قوم پر ہونے والے مظالم سے پوری دنیا واقف ہے۔ حالات دنیا کے سامنے ہیں، ساری دنیا جانتی ہے کہ مظلوم افغان عوام کے خلاف بڑی زور آزمائی کی گئی ہے لیکن ہر تجربہ ناکام رہا ہے جس کا اعتراف بیرونی افواج نے بھی کیا ہے۔

ظلم اور زیادتی کی ناکامی کو دیکھتے ہوئے امریکہ نے تسلیم کرلیا کہ افغانستان کے مسئلہ کو بات چیت کے ذریعے ہی حل کرنا چاہئے اور پھر وہی ہوا کہ امریکہ امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کے لئے تیار ہوا اور طویل مذاکرات کے بعد دوحہ معاہدہ سامنے آیا۔

اب جبکہ امریکی قابضین اور کٹھ پتلیوں نے ایک بار پھر عام شہریوں پر بمباریوں اور حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے امریکہ نے اپنے ناکام تجربوں سے کچھ سبق حاصل نہیں کیا ہے۔

کابل ادارے کے سربراہان، چند بڑے امریکی عسکری اہلکار اور اسلحہ کے سوداگروں کو اپنے مفادات جنگ کی دوام میں ہی دکھائی دیتے ہیں اس لئے وہ اس معاہدہ کو سبوتاژ کرنے کی مکمل کوششیں کر رہے ہیں اور یہاں جنگ کی دوام چاہتے ہیں۔ طبعی امر ہے کہ یہ لوگ نئی حکومت کو بہلانے اور انہیں جنگ کو طول دینے پر آمادہ کرنے کی کوشش کریں گے لیکن امریکہ کی نئی سیاسی قیادت کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے افغان مسلمان قوم کو اپنے ملک کی آزادی بہت عزیز اور اہم ہے وہ کسی بھی حال میں آزادی کے حصول سے پیچھے ہٹنے والے نہیں۔ اور نہ ہی آزادی کے حصول کے لئے لڑائی سے تھکنے والے ہیں۔

یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ امارت اسلامیہ سیاسی اور عسکری طور پر پہلے سے زیادہ مضبوط ہے لیکن اس کے باوجود امارت اسلامیہ اپنی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے جب تک ہو سکے گا اپنے وعدوں کی پاسداری کرے گی۔

امارت اسلامیہ دوحہ میں کئے گئے معاہدہ کو اپنے ملک وقوم کے لئے بہتر سمجھتی ہے اس لئے حتی الوسع اس کو ٹوٹنے نہیں دے گی اور جانب مقابل کی بعض غلطیوں پر چشم پوشی بھی کرے گی جو امارت اسلامیہ کی کمزوری نہیں بلکہ اپنے اوپر اعتماد اور قوم کی امیدوں اور ملک کے اعلیٰ اہداف کو مقدم رکھنے کی دلیل ہے۔

دوحہ معاہدہ پر عمل کرنا جس طرح ہمارے لئے اہم ہے بالکل اسی طرح امریکہ کے لئے بھی ہے، اس لئے چاہئے کہ اس حساس موضوع پر ذمہ داری دکھائی جائے۔ دشمن کو مزید ہماری قوم کی امیدوں سے نہیں کھیلنا چاہئے اور نہ ہی اپنی فوج اور مال کو ضائع کرنا۔ جنگ کو طول دینا ان کو سوائے ناکامی، ذلت اور شکست کے کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔

# اِمارَتِ اِسلامِیَہ افغانِستان

# کے کمیشن برائے تعلیم وتربیت وہائی ایجوکیشن

## سال 2020 کی مختصر کارکردگی رپورٹ

گزشتہ سال 2020 جس طرح سیاسی اور عسکری میدان میں افغانستان کے لیے بڑا اہم رہا اسی طرح تعلیمی میدان میں بھی کچھ ایسی پیش رفت ہوئی ہے جن کی مثال گزشتہ بیس سالوں میں دیکھنے میں نہیں آتی۔ امارتِ اسلامیہ کی تشکیلات میں قائم کردہ کمیشن برائے تعلیم وتربیت وہائی ایجوکیشن نے گزشتہ سال 2020 میں ملک کے اندر مجموعی طور پر 300 دینی مدارس، 91 دارالحفاظ اور 380 منظم پرائمری سکولوں کی بنیاد رکھی۔ اس کے ساتھ امارتِ اسلامیہ کے کمیشن برائے تعلیم وتربیت اور ہائی ایجوکیشن کے زیر نگرانی جدید قائم کردہ تعلیمی اداروں کی مجموعی تعداد 798 تک جا پہنچی ہے۔

چونکہ گزشتہ سال تعلیمی میدان میں بے پناہ ترقیاں اور پیش قدمیاں ہوئیں تو کمیشن کے کاموں میں بھی کافی وسعت آگئی۔ اس لیے تعلیمی امور کو مزید بہتر بنانے اور نظم وضبط سنبھالنے کے لیے کمیشن نے چار نئے شعبے قائم کیے ہیں۔

1 - دارالایتام کو منظم رکھنے کا شعبہ

2 - عصری تعلیم کا شعبہ

3 - بیرونی دنیا سے تعلقات کا شعبہ

4 - کمیشن کے امور کی تحقیق ونگرانی کا شعبہ

ان اداروں کی ذمہ داری متعلقہ امور کی نگرانی، انہیں بہتر بنانے اور احسن طریقہ سے آگے بڑھانا ہے۔ سن 2020 میں کمیشن برائے تعلیم وتربیت اور ہائی ایجوکیشن نے ملک کے متعدد صوبوں میں تفتیشی ٹیمیں بھیجیں۔ ساتھ ہی کمیشن کی سطح پر ایک عمومی مجلس مشاورت کا انعقاد ہوا جس میں ضروری موضوعات پر بحث اور اہم فیصلے ہوئے۔

گزشتہ سال کمیشن برائے تعلیم وتربیت اور ہائی ایجوکیشن نے اسکولوں کی نگرانی کے لیے مرتب کردہ میکانزم کے 52 مادوں میں ترمیم اور ان کی تصویب کی۔ اسی طرح دارالحفاظ کے لیے ایک مختصر اور چھوٹی بچیوں کی تعلیم کے لیے ایک چھ سالہ نصاب تیار کیا، اور ساتھ ہی اس نصاب کو عملا نافذ کرنے کے لیے ایک پالیسی طریقہ کار بھی تیار کیا گیا۔ اسی طرح پرائمری سکولوں کی تنظیم کے لیے بھی طریقہ کار کی پالیسی تشکیل دی گئی۔

اس کے ساتھ گزشتہ سال پرائمری سکول میں پڑھنے والے بچوں کے لیے پشتو زبان میں تیار شدہ تین سالہ نصاب کی چار لاکھ کاپیاں پرنٹ کی گئیں۔ جسے بعد ازاں تمام صوبوں میں بھیجا گیا۔

یہ نصاب فارسی زبان میں بھی ترجمہ اور چھاپ کے لیے تیار ہو چکا ہے۔ گزشتہ سال 18000 عدد قرآن مجید، 35000 عدد کاپیاں، 35000 عدد قلم، 35000 عدد پنج پارے اور 2000 عدد نورانی قاعدے صوبوں میں تقسیم کیے گئے۔ اقوام متحدہ کے ادارہ یونیسیف کے ساتھ دینی مدارس کے طلبہ کے لیے ایک لاکھ کی تعداد میں مختلف ساز وسامان مہیا کرنے کا معاہدہ ہوا کہ مذکورہ بالا ادارہ کی جانب سے یہ سامان مختلف صوبوں میں پہنچایا جائے گا۔ 2020 میں تمام صوبوں کے لیے مقرر کردہ تعلیمی ذمہ داران، ان کے معاونین اور سیکرٹریز کے لیے تربیتی سیمیناروں کا انعقاد کیا گیا۔

گزشتہ سال دینی مدارس کے نصاب میں علماء کرام اور ماہرین کے ساتھ مشوروں اور اتفاقِ رائے سے ضروری ترامیم لائی گئیں۔ معمول کے مطابق پانچ درجات کا ملکی سطح پر مشترک امتحان لیا گیا۔ جن میں ابتدائیہ، متوسطہ، اولی، موقوف علیہ اور دورہ حدیث شامل ہیں۔ جس میں مجموعی طور پر 4975 طلبہ نے حصہ لیا۔

دار الحفاظ میں حفظ کرنے والے بچوں کا سالانہ مشترک اور متحد امتحان بھی لیا گیا۔ اسی طرح مدارس میں پڑھنے والے بچوں کی صلاحیتوں میں نکھار لانے اور انہیں بروئے کار لانے کے لیے درجہ رابعہ کے طلبہ کے درمیان ہر صوبہ میں تقریری مقابلوں کا انعقاد کیا گیا اور نمایاں پوزیشن لینے والوں کو انعام سے نوازا گیا۔

امارتِ اسلامیہ کا موقف یہ ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم بھی وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ اللہ کا شکر ہے اس میدان میں بھی گزشتہ سال ترقی دیکھنے میں آئی۔ کمیشن برائے تعلیم وتربیت اور ہائی ایجوکیشن نے گزشتہ سال تکنیکی تعلیم کے لیے ایک دوسالہ تخصص پر مشتمل انسٹیٹیوٹ قائم کیا، جس میں دوسالہ ہائر ایجوکیشن کے ساتھ پشتو، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں کی تعلیم اور کمپیوٹر اور انتظامی تعلیم کا چار ماہی کورس بھی شامل ہے۔

تعلیم کے شعبے میں درجہ بالا بہتری کے ساتھ سن 2020 میں ملک کے تعلیمی سلسلہ کی حالت بہتر کرنے اور اسے ترقی دینے کے لیے مختلف رفاہی اور تعلیمی تنظیموں کے ساتھ امارت اسلامیہ کے سیاسی کمیشن کی ملاقاتیں اور اجلاس رہے۔ اس مفاہمت کے نتیجہ میں کمیشن برائے تعلیم وتربیت اور اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ یونیسیف کے درمیان ملک کے مفتوحہ علاقہ جات میں 4000 اسکول قائم کرنے پر اتفاق ہوا۔

امارتِ اسلامیہ افغانستان کے کمیشن برائے تعلیم وتربیت اور ہائی ایجوکیشن کا مقصد ملک کے ہر فرد کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہمیشہ کوشش یہ کی ہے اور اپنی استطاعت کے مطابق اب بھی کر رہی ہے کہ وطنِ عزیز کی تعلیمی سطح اونچی کرنے کے لیے نئے معیاری، دینی اور عصری ادارے قائم کریں۔

امارتِ اسلامیہ کے دیگر اداروں کی طرح کمیشن برائے تعلیم وتربیت وہائی ایجوکیشن بھی اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے سنجیدہ اور پرعزم ہے۔ ہم نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ اپنے مقدس مقصد حاصل تک پہنچنے کے لیے کسی بھی ممکن کوشش سے دریغ نہیں کریں گے۔

**گزشتہ سال 2020 جس طرح سیاسی اور عسکری میدان میں افغانستان کے لیے بڑا اہم رہا اسی طرح تعلیمی میدان میں بھی کچھ ایسی پیش رفت ہوئی ہے جن کی مثال گزشتہ بیس سالوں میں دیکھنے میں نہیں آتی۔ امارتِ اسلامیہ کی تشکیلات میں قائم کردہ کمیشن برائے تعلیم وتربیت و ہائی ایجوکیشن نے گزشتہ سال 2020 میں ملک کے اندر مجموعی طور پر 300 دینی مدارس، 91 دارالحفاظ اور 380 منظم پرائمری سکولوں کی بنیاد رکھی۔ اس کے ساتھ امارتِ اسلامیہ کے کمیشن برائے تعلیم وتربیت اور ہائی ایجوکیشن کے زیرنگرانی جدید قائم کردہ تعلیمی اداروں کی مجموعی تعداد 798 تک جاپہنچتی ہے۔**

# مکمل اسلامی نظام کی تشکیل سے قبل جنگ بندی پر بات نہیں ہوگی۔

## بین الافغان مذاکرات کے لیے مذاکراتی کمیٹی کے رکن

## جناب مولوی عبداللطیف منصور صاحب سے ماہنامہ شریعت کی گفتگو

**جناب مولوی عبداللطیف منصور صاحب سوویت یونین کے خلاف جہاد کے عظیم مجاہد نصر اللہ منصور رحمہ اللہ کے جانشین ہیں۔ اس وقت قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر میں ہیں اور مذاکراتی ٹیم کے ممتاز رکن ہیں۔ امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں پکتیا کے گورنر، ہلمند کے نائب گورنر، مرکزی وزیر زراعت اور موجودہ تشکیلات میں امارت اسلامیہ کے کمیشن برائے زراعت کے رکن رہے ہیں۔ ماہنامہ شریعت نے ان سے تفصیلی گفتگو کی ہے جو قارئین کی نذر کی جارہی ہے۔**

<>

نمائندہ شریعت: پانچ جنوری کو بین الافغان مذاکرات کا باقاعدہ آغاز ہونے جارہا ہے۔ کابل انتظامیہ کا اب بھی اصرار ہے کہ سب سے پہلے وہ جنگ بندی پر گفتگو کریں۔ امارت اسلامیہ نے بھی اپنے ایجنڈا کے فہرست میں جنگ بندی کا موضوع رکھا ہے۔ عالمی دنیا کی بھی دلچسپی اس میں ہے کہ جنگ بندی جلد از جلد کر دی جائے۔ آپ کے خیال میں کس طرح اس پر اتفاق رائے ہوگا۔

مولوی عبداللطیف منصور: اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم، حامد ومصلیا وبعد، سب سے پہلے تو آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگ یہاں تشریف لائے اور ہمارا پیغام دنیا تک پہنچانے میں ہمارے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔

آپ نے جنگ بندی کے بارے میں سوال کیا ہے۔ جنگ بندی ایک انتہائی اہم نکتہ ہے۔ افغان عوام کی بھی اور عام مسلمانوں کی بھی خواہش ہے کہ افغانستان میں امن قائم ہو اور ہم وہاں پر سکون خوشحال زندگی دیکھ سکیں۔ امریکیوں سے جب مذاکرات ہو رہے تھے تو وہاں بھی یہ موضوع زیر بحث رہا۔ امریکا کے ساتھ مذاکرات میں چار موضوعات پر بات ہوئی ہے جن میں ایک یہی جنگ بندی تھی۔ وہاں اس بات پر اتفاق رائے ہوا تھا کہ جنگ بندی بین الافغان مذاکرات کے آغاز کے بعد وہاں بطور ایجنڈا شامل ہوگی۔ وہاں ہم نے جس بات پر اتفاق کیا ہے کہ جنگ بندی بین الافغان مذاکرات کا موضوع ہوگی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ مذاکرات میں سب سے پہلے اسی پر بات ہوگی۔

اس کے علاوہ امارت اسلامیہ جب جنگ بندی کی بات کرتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ عارضی جنگ بندی کی جائے گی۔ ایک ماہ کا سیز فائر کیا جائے یا جنگ میں کوئی کمی لائی جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ایک دائمی اور مکمل جنگ بندی ہو جائے۔ ہم چاہتے ہیں مقابل فریق کے ساتھ ایک نئے نظام اور سیاسی ڈھانچے پر جلد از جلد اتفاق رائے ہو تاکہ مکمل جنگ بندی کر سکیں۔ ایسا نظام جو افغان عوام کی آرزوں کی تکمیل کر سکے۔ ہم تیس دن یا ہفتے بھر کی جنگ بندی نہیں چاہتے۔ ٹھیک ہے اس میں بھی لوگوں کو عارضی طور پر کچھ سکون مل جاتا ہے مگر یہ مسئلے کا حل نہیں ہے۔

ہم ایسے عارضی اقدامات کے بجائے کیوں ایسے اقدامات میں دلچسپی نہیں لیتے جس میں افغان عوام کو مستقل اور دائمی سکون میسر آجائے۔ نظام اور سیاسی ڈھانچے پر اتفاق رائے کے بعد اس بحث کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی کہ جنگ بندی کب ہوگی، کسی کو یہ سوال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی کہ امن کب آئے گا۔ اس لیے ہم افغانوں کی واقعتاً خواہش اور آرزو ہے کہ امن قائم ہو، مگر بہتر یہ ہے کہ جنگ بندی دائمی ہو۔

نمائندہ شریعت: مذاکرات کے حالیہ مرحلے کے آغاز کے بعد جنگ بندی سے قبل کون سے موضوعات ایسے ہیں جنہیں امارت اسلامیہ طے کرنا چاہتی ہے۔

مولوی عبداللطیف منصور: بین الافغان مذاکرات کے آغاز کے بعد ایجنڈا کے لیے فریقین نے اپنی اپنی فہرستیں پیش کی تھیں، جس کے بعد پانچ جنوری تک بیس روزہ وقفے کا فیصلہ کیا گیا اور یہ طے پایا کہ ایجنڈا کے امور باہر نہیں لائے جائیں گے۔ مگر چونکہ مقابل فریق کی ٹیم ایک غیر منظم اور متفرق گروپوں سے تشکیل پاتی ہے۔ جن کے

درمیان خود ہم آہنگی نہیں ہے اس لیے چند ہی دنوں میں ایجنڈا کی وہ فہرستیں سوشل میڈیا پر آگئیں۔ اب وہ فہرستیں تو سب لوگ دیکھ چکے ہیں۔ ان میں دیکھا جائے تو امارت اسلامیہ نے بین الافغان مذاکرات کے لیے پانچ بڑے موضوعات ایجنڈا کے طور پر رکھے ہیں، جس کے ذیلی نکات چوبیس تک پہنچتے ہیں۔ اب ان پانچ میں سے کون سا موضوع پہلے اور کون سا بعد میں آئے گا یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔

نمائندہ شریعت: جنگ بندی سے قبل امارت اسلامیہ کیا چاہتی ہے، ایسے کون سے کام ہیں جو وہ چاہتی ہے کہ ہو جائیں؟

مولوی عبداللطیف منصور: امارت اسلامیہ نے عوام سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تب تک لڑیں گے جب تک جارحیت کا خاتمہ نہیں ہو جاتا اور مکمل اسلامی نظام کا قیام نہیں ہو جاتا۔ بیرونی جارحیت اور اس کے اثرات کا مکمل خاتمہ اور شرعی نظام کا قیام امارت اسلامیہ کی مزاحمت کے سب سے بنیادی اہداف ہیں۔ افغان عوام کی سب سے پہلی خواہش اسلامی حکومت اور اسلامی نظام کا قیام ہے۔ جب تک اس پر مکمل بات نہیں ہوتی اور ہمیں اس حوالے سے پورا اطمینان نہیں ہو جاتا، اس میں ہماری تمام قربانیوں کا ثمرہ نظر نہیں آتا، تب تک جنگ بندی پر بات نہیں ہو سکتی۔

اگر ایسا نہ کریں تو پھر ہماری تمام تر قربانیاں اور تکالیف ضائع ہو جائیں گی۔ ہم نے تمام قربانیاں ایک حقیقی شرعی نظام کے لیے دی ہیں۔ یہ ہمارا سب سے پہلا موضوع ہوگا جس پر ہم پوری دنیا کو قائل کریں گے۔ جانب مقابل میں سے جس کو اس حوالے سے خدشہ ہوگا اسے بھی ہم سمجھائیں گے۔ اس کی اہمیت شرعی نقطہ نظر سے بھی اور افغان عوام کی چالیس سالہ قربانیوں کے زاویہ سے بھی انہیں سمجھائیں گے۔ مقابل فریق کی ٹیم میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے سوویت یونین کے خلاف جہاد میں حصہ لیا تھا۔ ہم انہیں سمجھائیں گے کہ آپ نے بھی اسی مقصد کے لیے قربانیاں دی تھیں۔ اس لیے اولین ترجیح اسلامی نظام اور عملی اسلامی نظام کو دی جائے گی۔

نمائندہ شریعت: فریق مقابل سمجھتا ہے کہ یہ ایک انضمام کی صورت ہوگی کہ طالبان ایک فریق کی حیثیت سے آکر موجودہ نظام کا حصہ بن جائیں گے۔ جب کہ امارت اسلامیہ ایک نئے اسلامی نظام کی بات کر رہی ہے؟ آپ کیا کہیں گے؟

مولوی عبداللطیف منصور: یہ موضوع اور یہ مسئلہ حل طلب نہیں رہا۔ یہ حل ہو چکا ہے۔ ہم نے دوحہ میں امریکا کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے اس میں واضح طور پر یہ لکھا گیا ہے کہ نئی اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ نئے نظام کا مطلب یہ ہے کہ موجودہ نظام نہیں ہوگا۔ نہ موجودہ نظام میں امارت اسلامیہ شامل ہو سکتی ہے۔ نہ ایسی کوئی تجویز ہے کہ جس طرح بعض افواہیں، ہیں کہ ایک عبوری اور عارضی حکومت بنے گی۔ یہ چیزیں نہ سامنے آئی ہیں نہ اس پر بات ہوئی ہے۔

یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ امارت اسلامیہ جا کر موجودہ نظام میں شامل ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم ناراض ہو گئے تھے۔ اب کچھ سیٹیں اور عہدے مل گئے ہیں۔ ہمارا کوئی ہدف اور نظریہ نہیں ہے، بس کسی نے گرین سگنل دیدیا ہے تو ہم جا کر شامل ہو رہے ہیں ان کے ساتھ۔ ہماری مزاحمت کا نہ یہ مقصد تھا اور نہ ہمارا یہ نظریہ تھا۔ بس وہی ایک اسلامی حکومت جو بنے گی اس پر ہماری پوری توجہ مرکوز رہے گی۔ اسی کی اہمیت اور طریقہ کار پر بحث ہونی چاہیے۔

اس کے علاوہ ایک اور بات جو ہم سنتے ہیں کہ مختلف جگہوں پر یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ طالبان کیسا اسلامی نظام چاہتے ہیں؟ ایران والا، سعودیہ والا، پاکستان والا یا کسی اور اسلامی ملک والا۔ میں یہ واضح کر دوں کہ ہمارے پیش نظر کسی بھی ملک کا مخصوص نظام نہیں ہے۔ فی الحال یہ سوال اٹھانا بالکل بے جا ہے۔ ہم اسلامی تاریخ اٹھا کر کیوں نہیں دیکھتے۔ یہ دین محمدی دین ہے۔ ہم اس دین سے رہنمائی کیوں نہیں لیتے جس کے لیے صحابہ کرام نے تکالیف اٹھائیں۔ آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کا دور حکومت اٹھائیں۔ آپ عمری عدالت اور انصاف کا جائزہ لیں کہ ان کی طرح کا انصاف پھر کسی نے قائم نہیں کیا۔ ہم وہاں سے کیوں رہنمائی نہیں لیتے۔ ان کا انصاف جانوروں نے بھی تسلیم کیا تھا۔ اگر جانوروں نے تسلیم کیا تو انسانوں کو بھی تسلیم کر لینا چاہیے۔ آیئے طرز حکومت بھی وہیں سے لیں، طرز عدالت بھی وہیں سے لیں۔ پھر آپ دیکھیں کہ اسلامی نظام کیا ہے۔ آپ اس حقیقی اسلامی نظام کا نمونہ پیش کریں پھر پوری دنیا اس نظام کا حسن دیکھ لے گی اور اس کی مثالیں دے گی۔ جس طرح پہلے امارت اسلامیہ نے ملا عمر مجاہد کی امارت میں اسلامی نظام نافذ کیا تھا تو دنیا میں یہاں کے امن وامان اور قانون پر عمل درآمد کی مثالیں دی جاتی تھیں۔ مثلا طالبان نے چار چوروں کے ہاتھ کاٹے تو پورے ملک میں کسی چور کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ وہ کسی کے جان، مال یا ناموس پر حملہ آور ہو۔ طالبان نے اپنے پورے دور حکومت میں زیادہ سے زیادہ پچاس حدود نافذ کیے ہوں گے مگر ان پچاس سزاوں کا اثر یہ تھا کہ بیرونی دنیا سے بھی لوگ یہاں کا امن دیکھنے آتے تھے اور خود افغان عوام بھی یہاں کا امن محسوس کرنے لگے تھے۔ افغانستان کا یہ انتہائی غریب معاشرہ، جہاں معمولی سے معمولی چیز کے لیے لوگ ترس گئے تھے، وہاں ڈالر بھی سامنے ہوتے تو کسی کو ہاتھ لگانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ کابل کے صرافوں (منی چینجرز) کو ہم نے دیکھا کہ نماز کا وقت ہوتے ہی پیسوں کے بنڈلوں کے پورے ڈھیر پر ایک چادر بچھا کر دکان کھلی چھوڑ کر نکل جاتے، انہیں کسی خطرے کا احساس ہی نہ ہوتا۔ اب تو ان کے انتہائی مضبوط اور بڑے بڑے لاک توڑ کر چوریاں کی جاتی ہیں۔ ایک موبائل کے لیے لوگوں کی جانیں لی جاتی ہیں۔ یہ امن وامان ہی تو اسلامی نظام کی برکات تھیں۔

نمائندہ شریعت: مذاکرات کے حالیہ مرحلے میں افغانستان کے نئے آئین کی تشکیل کی جائے گی۔امارت اسلامیہ کے پاس اپنا مرتب آئین موجود ہے جسے مذاکرات میں پیش کیا جائے؟

مولوی عبداللطیف منصور: امارت اسلامیہ کے دورِ حکومت میں مرحوم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے اسلامی نظام کی تشکیل کے لیے ملک بھر کے علما سے آراء و تجاویز طلب کی تھیں۔ان کی روشنی میں طویل غور و خوض کے بعد آئین کا جامع مسودہ بھی تیار کر لیا گیا تھا مگر وہ امیر المومنین رحمہ اللہ کے باقاعدہ دستخط سے رسمی طور پر پاس نہ ہو سکا تھا، اس لیے وہ باقاعدہ آئین تو نہیں تھا مگر وہ تیار اور مکمل مسودہ موجود ہے۔

ویسے بھی حالات اب بہت بدل چکے ہیں۔ اس آئینی مسودے میں تبدیلی کی بھی ضرورت ہو گی۔اس لیے اب جو بھی علما کو مناسب لگے حالات کی مناسبت سے علما کے اتفاق رائے سے اس میں نئی تجاویز شامل کر لی جائیں گی۔

نمائندہ شریعت: امارت اسلامیہ کے دوبارہ حکومت کے قیام پر آپ کی ترجیحات کیا ہوں گی؟

مولوی عبداللطیف منصور: ہماری پہلی ترجیح مکمل اسلامی نظام کا قیام اور اس کے ذریعے عوام کو انصاف کی فراہمی ہے،اس کے بعد ترقی یافتہ معیشت اور مکمل امن و امان۔

نمائندہ شریعت: امارت اسلامیہ کو دوبارہ حکومت ملی تو گذشتہ دور حکومت کی وہ کون سی کمزوریاں ہیں جو اس بار ختم کریں گے اور نہیں رہنے دیں گے۔

مولوی عبداللطیف منصور: اس بارے میں، میں ایک جملہ کہتا رہتا ہوں کہ نہ دنیا نے طالبان کو صحیح طرح سے سمجھا، نہ سمجھنے کی کوشش کی اور نہ طالبان نے عالمی دنیا سے تعلقات کو اس قدر اہمیت دی جتنی دینی چاہیے تھی۔

عالمی دنیا سے تجارتی تعلقات اور لین دین انتہائی لازمی ہے۔اس کے بغیر آپ حکومت تو بنالیں گے مگر پانچ کلو میٹر کی سڑک تعمیر نہیں کر سکیں گے۔ حکومت تو آپ کی ہو گی مگر آپ ایک کارخانہ قائم نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے امارت اسلامیہ اس کمزوری کو دور کرنے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔ دنیا بھر میں ہمارے بہتر تعلقات قائم ہیں اور ہو رہے ہیں۔ قطر دفتر اس حوالے سے اپنا کردار بخوبی ادا کر رہا ہے۔

نمائندہ شریعت: افغانستان کو عالمی برادری کی جانب سے سالانہ اربوں ڈالر امداد مہیا کی جاتی ہے۔اس بارے میں کیا کہیں گے؟

مولوی عبداللطیف منصور: ابھی حال ہی میں جنیوا میں افغانستان کو عالمی امداد کی فراہمی کے سلسلے میں کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں امارت اسلامیہ کو شرکت کی باقاعدہ دعوت دی گئی۔ مگر ہم نے اس لیے معذرت کی کہ کابل انتظامیہ عالمی امداد کی افغان عوام تک رسائی میں ناکام ہے۔ خود انتظامیہ کے اعلی سے ادنی تک تمام حکام اس میں بے انتہا کرپشن کرتے ہیں۔

البتہ ہم نے ایک اعلامیہ کے ذریعے امداد دینے والے ممالک کو اس مسئلے سے آگاہ کیا کہ امارت اسلامیہ اس وقت ستر فیصد افغانستان پر حاکم ہے۔امداد کی اصل ضرورت دیہات میں بسنے والے غریب افغان شہریوں کو ہے۔ کابل انتظامیہ کی حکومت شہری علاقوں تک محدود ہے جہاں پہلے سے لوگ کسی نہ کسی حد تک متمول ضرور ہیں۔ افغانستان کے دیہی علاقوں کے غریب شہریوں کی نمائندہ امارت اسلامیہ ہے۔ امداد فراہم کرنے والے ممالک کو امارت اسلامیہ سے رابطہ کر کے اصل مستحقین تک امداد پہنچانی چاہیے۔

نمائندہ شریعت: حال ہی میں ملک بھر سے صحافیوں اور سوشل ایکٹوسٹ نوجوانوں کی ہلاکتوں کی خبریں آئی ہیں،امارت اسلامیہ اس حوالے سے آپ کا موقف کیا ہے؟

مولوی عبداللطیف منصور: صحافیوں اور سوشل ایکٹوسٹ نوجوانوں کی ہلاکتیں افسوس ناک ہیں۔ ہم نے ان کی شدید مذمت کی ہے۔ان کے قتل میں وہی قوتیں ملوث ہیں جن کا مفاد امن مذاکرات کے حالیہ سلسلے کی ناکامی سے جڑا ہوا ہے۔ یہ قوتیں چاہتی ہیں کہ اس طرح سے ملک میں غم و غصہ پھیل جائے اور امن عمل متاثر ہو جائے۔

ہم نے ان نوجوان صحافیوں کی تنقید کو کبھی ذاتی طور پر نہیں لیا۔ان نوجوانوں کو امارت اسلامیہ کے کردار اور نظریات کے حوالے سے بے خبر رکھا گیا ہے۔ امارت اسلامیہ کی حکومت آئے گی تو یہی نوجوان ہمارا بہترین سرمایہ ہوں گے۔ یہ ہمارے بہترین نمائندے ہوں گے جو ہمارا حقیقی چہرہ دنیا کو دکھائیں گے۔

نمائندہ شریعت: امارت اسلامیہ کے دور حکومت میں پوست کی کاشت بالکل ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ ابھی یہ سلسلہ بہت بڑھ گیا ہے۔ امارت اسلامیہ اپنی آئندہ حکومت میں پوست کا دوبارہ خاتمہ کر دے گی؟

مولوی عبداللطیف منصور: جی ہاں ! پوست کا خاتمہ کیا جائے گا مگر عوام کو اس کا متبادل فراہم کرنے کے بعد۔ کیوں کہ بہت سے لوگوں کا روزگار اس سے وابستہ ہے۔ ہمارے لوگ پہلے ہی بہت غربت اور تنگدستی کے شکار ہیں۔ایسے میں اگر ایک دم ایسے فیصلے کیے جائیں تو ان کی حالت مزید خراب ہو جائے گی۔ پوست کا متبادل فراہم کرنا مشکل نہیں۔ کاٹن کا ایک کارخانہ اس خطے میں قائم کر دیا جائے تو یہ اس خطے میں کاٹن کی کاشت میں اضافے کا باعث بھی ہو گا اور عام لوگوں کے منافع میں بھی اضافے کا باعث بنے گا۔ اس سے حکومت کو محصول بھی اچھی ملے گی۔ ڈرائی فروٹ اور دیگر چیزیں جو اس زمین پر بہت اچھی طرح کاشت کی جا سکتی ہیں بس لوگوں کو تھوڑی سی رہنمائی اور وسائل فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔

نمائندہ شریعت: بہت شکریہ اپنا وقت دینے کا۔

مولوی عبداللطیف منصور: بہت شکریہ

# ٹرمپ کی شکست اور جو بائڈن سے دنیا کی امیدیں

حسن مومند

امریکی انتخابات میں ٹرمپ ناکام جبکہ جو بائڈن نے فتح حاصل کرلی ہے۔ چونکہ مادی دنیا میں امریکا اب بھی دنیا کی سب سے بڑی فوجی اور معاشی قوت ہے اس لیے وہ دنیا پر دھاک بٹھانے اور اسے اپنے دباو میں رکھنے کے لیے اقدامات کررہاہے۔ امریکا میں ہر بڑی تبدیلی دنیا کے حالات پر براہِ راست اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے امریکی انتخابات بھی دنیا بھر کے ممالک کی شہ سرخیوں میں رہتے ہیں۔

امریکا کے موجودہ انتخابات نہایت پر جوش اور کئی پہلووں سے ماضی کی نسبت مختلف تھے۔ دونوں بڑی جماعتوں ڈیموکریٹک اور ریپبلکن کے کارکنوں نے اپنی اپنی جماعت کی کامیابی کے لیے پر جوش انداز میں انتخابی مہم چلائی۔ امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ پر امید تھے کہ امریکا کے سابقہ صدور کی طرح وہ بھی دوسرے مرحلے کے لیے دوبارہ صدر منتخب ہوجائیں گے اور آسانی سے انتخابات جیت جائیں گے لیکن نتیجہ تمام تر توقعات کے برعکس نکلا۔ ٹرمپ ناکام جبکہ جو بائڈن جیت گئے۔ امریکی تاریخ میں پہلی مرتبہ دیکھنے کو ملا کہ کسی امیدوار نے ووٹ ڈالنے کا وقت ختم ہونے اور ووٹوں کی گنتی سے قبل ہی اپنی کامیابی کا اعلان کیا ہو لیکن ٹرمپ نے کہا کہ : اگر انتخابات میں ان کی کامیابی کا اعلان نہیں ہوا تو ضرور دھاندلی ہوئی ہے اور اسے قصدا ناکام کیا گیا ہے۔

ٹرمپ کے اس بیان نے امریکا اور دنیا کو حیرت میں ڈال دیا اور کئی سیاسی مبصرین نے ٹرمپ کو سیاسی بصیرت سے محروم انسان کے طور پر ذکر کیا۔ اور پھر جب انتخابات کے سرکاری نتائج کا اعلان ہوا تو معلوم ہوا کہ جو بائڈن اتنی بھاری اکثریت سے کامیاب ہوا ہے کہ امریکا کی تاریخ میں اب تک کوئی دوسرا صدر اتنی بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل نہیں کرسکا ہے۔ لیکن ٹرمپ نے نتائج تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ان کے ساتھ دھاندلی ہوئی ہے اور وہ نتائج کو سپریم کورٹ میں چیلنج کریں گے۔

عام طور پر امریکا کے انتخابات پر امن فضاء میں ہوتے ہیں لیکن ٹرمپ کے سخت لہجے کے استعمال کی وجہ سے دونوں جماعتوں کے کارکنان ایک دوسرے کے خلاف شدید غصے میں نظر آرہے تھے۔ اس سے قبل امریکی شہری نجی محفلوں میں ایک دوسرے کو کھل کر بتاتے تھے کہ انہوں نے کس امیدوار کو ووٹ دیا ہے لیکن 2020ء کے انتخابات میں ہر شخص نے چپ سادھ لی ہے کیوں کہ اس کو مخالف سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ ٹرمپ نے اپنے چار سالہ دور میں ہر وہ اقدام کیا جس سے امریکی عوام تقسیم ہو، داخلی اور خارجہ سیاست ناکامی سے دوچار تھی۔ اسے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا کہ ان کے بیانات اور اقدامات سے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر سخت ردعمل آئے گا اور امریکا سمیت ان کی ساکھ بری طرح متاثر ہوسکتی ہے۔ جو بات زبان پر آتی کہہ ڈالتے اور جوان کا دل کہتا کر گزرتے۔ دوسروں کو نفرت سے دیکھتے اور خود بھی نفرت کا پرچار کرتے۔ مسلمان خواتین کا تمسخر اڑایا، کئی مرتبہ مخالف میڈیا کو روندا، امریکا کے وفاقی اداروں کو بھی برے نام سے یاد کیا، اپنے مخالف سیاستدانوں کے خلاف بھی گندی زبان استعمال کی اور بقول جان بولٹن وہائٹ ہاوس کے عملے کی بھی توہین کی۔

تنقید کا کلچر عام کرتے ہوئے ٹرمپ نے افغانستان میں مارے جانے والے اپنے فوجیوں کو بھی اچھے نام سے یاد نہیں کیا۔ 2018ء میں فرانس کے دورے کے دوران جب ان سے سوال کیا گیا کہ آپ امریکی فوجیوں کے قبرستان کس کس وقت جاتے ہیں؟ تو ٹرمپ نے جواب دیا مجھے کیا ضرورت کہ ان کے قبرستان جاوں، یہ

قبرستان ناکام لوگوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق ٹرمپ سی۔آئی۔اے اور پینٹاگون کے مشوروں اور احکامات پر عمل نہیں کرتا تھا۔ جن علاقوں میں امریکی فوج گئی ہے پینٹاگون وہاں سے مکمل فوجی انخلاء کے حق میں نہیں تھا۔ لیکن ٹرمپ نے شام سے تمام فوجیوں کو نکال لیا اور افغانستان سے بھی تمام فوجیوں کے انخلاء کا اعلان کیا۔ اس لیے ٹرمپ اور پینٹاگون میں تلخی آخر تک برقرار رہی۔

جب ایک سفید فام پولیس کے ہاتھوں ایک سیاہ فام شخص جارج فلائڈ کی موت کا واقعہ پیش آیا تو پورے امریکا میں مظاہرے ہونے لگے۔ مظاہرین کو قابو کرنے میں پولیس مکمل طور پر ناکام رہی جس کے بعد ٹرمپ نے مظاہرے روکنے کے لیے فوج کو استعمال کرنے کی دھمکی دی لیکن وزیر دفاع مارک ایسپر نے ٹرمپ کی مخالفت کی اور کہا کہ عوام کے مقابلے میں فوج کو لانے میں ٹرمپ کے فیصلے کا حامی نہیں ہوں۔ جس کا ٹرمپ نے بہت برا منایا۔ انہی دنوں سابق وزیر دفاع جیم میٹس نے کہا تھا کہ :ٹرمپ امریکی قوم کو تقسیم کر رہا ہے جبکہ اسے متحد کرنے کے لیے ٹرمپ کے پاس کوئی پروگرام نہیں ہے۔ ٹرمپ اور پینٹاگون کے درمیان جنگ سرد جنگ نہیں بلکہ کبھی کبھار ٹرمپ ایسے بیانات دیتا جو پینٹاگون کے لیے قابل برداشت نہیں تھے۔ انتخابی مہم کے دوران ستمبر میں ٹرمپ نے کہا تھا کہ اسلحہ ساز کمپنیوں کو خوش رکھنے کے لیے پینٹاگون نے دنیا کے مختلف ممالک میں جنگیں جاری رکھی ہوئی ہیں۔ میں امریکا کو نہ ختم ہونے والی جنگ سے نکالنا چاہتا ہوں جبکہ جنرلز میری مدد نہیں کر رہے۔ میری مقبولیت فوج کے عام سپاہیوں میں زیادہ ہے کیوں کہ جنگ میں وہی بھیجے جاتے ہیں۔

**سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق ٹرمپ سی۔آئی۔اے اور پینٹاگون کے مشوروں اور احکامات پر عمل نہیں کرتا تھا۔ جن علاقوں میں امریکی فوج گئی ہے پینٹاگون وہاں سے مکمل فوجی انخلاء کے حق میں نہیں تھا۔ لیکن ٹرمپ نے شام سے تمام فوجیوں کو نکال لیا اور افغانستان سے بھی تمام فوجیوں کے انخلاء کا اعلان کیا۔ اس لیے ٹرمپ اور پینٹاگون میں تلخی آخر تک برقرار رہی۔**

ٹرمپ کے رویے سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی کا احترام نہیں کرتے، دنیا کے ممالک کے ساتھ تعلقات خراب ہونے کی انہیں کوئی پرواہ نہیں تھی اور نہ کسی ملک سے روابط بڑھانے کی کوشش کرتے۔ نیٹو کے رکن ممالک سے اخراجات میں زیادہ حصہ دینے کا مطالبہ کرتے جس کی وجہ سے امریکا اور یورپ کے درمیان فاصلے زیادہ ہوئے۔ امریکا کے ہر صدر کے لیے امریکی مفادات سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ اور ہر صدر امریکی مفادات کے لیے کام کرتا ہے لیکن انفرادی مفادات کے لیے سب کا وژن ایک جیسا نہیں۔ کچھ کامیاب سفارتکاری سے کام لے کر اپنا دور پورا کرتے ہیں جبکہ کچھ طاقت کی زبان استعمال کرتے ہوئے ناکام ہوتے ہیں۔

ٹرمپ کا رویہ ایسا تھا جیسے وہ سفارتکاری کے لغت سے واقف ہی نہیں۔ اپنے دور حکومت میں اپنے تمام ملکی اور بین الاقوامی مخالفین کے خلاف طاقت کی زبان استعمال کی۔ عجیب بات یہ ہے کہ دنیا کے کسی ملک نے ان کو ردِ عمل کے طور پر ویسا جواب نہیں دیا۔ آغاز میں ہمارے خلاف بھی یہی رویہ اختیار کیا گیا۔ فوجیوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔ وہ افغانوں کو بھی دنیا کے دوسرے اقوام کی طرح سمجھ رہے تھے کہ وہ ان کی فوجی قوت کے سامنے سرنڈر ہو جائیں گے۔ لیکن جب اپنی طاقت کے مقابلے میں طالبان کی طاقت اور استقامت دیکھی تو ان کی فوجی قوت اور طاقت کی اسٹریٹیجی مکمل طور پر ناکام ہوئی جس کے بعد ٹرمپ نے اپنے فوجی جرنیلوں کو ناکامی کا ذمہ دار ٹھہرایا اور کچھ جرنیلوں کو عہدوں سے ہٹایا۔ جب افغانستان میں اسے جنگ میں ناکامی کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا تو جنگ روکنے اور فوجیوں کے انخلاء کو مفید جانا اور امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کی راہ اپنائی۔

ٹرمپ نے امریکا میں تارکین وطن پر زمین تنگ کر دی۔ سیاہ فام شہریوں کی زندگیاں اجیرن بنا دی گئیں۔ ان پر ہونے والے ظلم کی حمایت کی اور سفید فاموں کو نسل پرستی پر مزید اکسایا۔ انتخابی مہم کے دوران سفید فاموں کی حمایت حاصل کرنے کی بہت کوشش کی۔ امریکا آنے والے تارکین وطن کے لیے سخت قوانین وضع کرنے کا مطالبہ کیا، ان کی خواہش تھی کہ باہر کی دنیا سے آنے والوں کی بجائے زیادہ کام اور ملازمتیں امریکیوں کو دی جائیں۔ ٹرمپ کی یہ سوچ اب تمام سفید فام شہریوں کو منتقل ہو چکی ہے اور اب ان کے درمیان سے یہ آوازیں اٹھنے لگی ہیں کہ امریکا کے وسائل سے صرف سفید فام شہری ہی استفادہ کر سکتے ہیں اور ان پر صرف انہیں کا حق ہے۔ افریقی نسل سمیت دوسرے سیاہ فام امریکیوں کا اس پر کوئی حق نہیں۔

حالانکہ سفید فام شہری امریکا کے اصل باشندے نہیں بلکہ دوسرے مغربی ممالک سے جا کر وہاں آباد ہوئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ امریکی قانون میں تمام شہریوں کو برابر کے حقوق حاصل ہیں لیکن وہ یہ بات بھول گئے ہیں۔

سفید فاموں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ٹرمپ نے میکسیکو کی سرحد پر دیوار تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ امریکا میں غیر قانونی طور پر مقیم تارکین وطن کو ملک بدر کرنے کا نوٹیفکیشن بھی جاری کیا۔ تقریباً تمام مذاہب کے پیروکاروں کی توہین کی۔ امریکا میں کرونا کی وبا پھیلنے کے بعد ٹرمپ نے ان لوگوں کی حمایت کی جنھوں نے ماسک پہننے اور لاک ڈاون کو انفرادی آزادی کے خلاف عمل قرار دیا تھا۔

امریکیوں کے مطابق ٹرمپ کے تمام حامی اس بارے میں بہت زیادہ جذبات سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جنوری 2021ء کی پہلی تاریخ سے ماسک اتار کر پھینک دیں گے اور اپنی حفاظت کے لیے ہر امریکی شہری کو اسلحہ رکھنے کی اجازت کے لیے تحریک چلائیں گے۔

ٹرمپ کا گزشتہ 4 سالہ دور سماجی انتشار کا دور تھا جس نے سیاہ فام امریکیوں کو غلامی کا دور یاد دلایا۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ صرف ٹرمپ کی نہیں بلکہ ٹرمپ کی جانب سے پھیلائے گئے نسل پرستی اور تعصب پر مبنی افکار کی شکست ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ امریکا کا جمہوری نظام تیزی کے ساتھ روبہ زوال ہے کیوں کہ انہوں نے وہ اہداف حاصل نہیں کیے جو اس نظام کے معماروں نے مقرر کیے تھے۔ نہ نسل پرستی ختم ہوئی اور نہ وسائل کی منصفانہ تقسیم کی بات پر عملدرآمد کیا گیا بلکہ امیر اور غریب کے درمیان فاصلے مزید بڑھ گئے۔

نعرہ جمہوریت کا ہے لیکن اصل میں تمام وسائل عوام کی رگوں سے خون چوسنے والے نظام کے لیے قربان کیے جاتے ہیں جس میں امیر مزید امیر جبکہ غریب غربت کی چکی میں مزید پس رہا ہوتا ہے۔ یہ اس نظام کی اصل روح ہے۔ لیکن ٹرمپ نے اس نام نہاد جمہوریت کا بیڑہ مزید غرق کیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا نئے صدر جو بائیڈن ٹرمپ کی سیاسی پالیسی کے خلاف امریکا کو موجودہ بحران سے نکالنے میں کامیاب ہوں گے؟ کوئی شخص پورے یقین کے ساتھ اس سوال کے جواب میں ہاں نہیں کہہ سکتا کیوں کہ پالیسی بنانے میں امریکی صدر مکمل بااختیار نہیں ہوتا بلکہ سی۔ آئی۔ اے اور پینٹا گون کو بھی اعتماد میں لینا پڑتا ہے۔ پالیسی سازی میں دراصل قومی مفادات کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔

چین اس وقت معاشی اور فوجی لحاظ سے تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ چین کی ترقی روکنے کے لیے امریکا کو دنیا میں دوست ممالک اور اتحادیوں کی شدید ضرورت ہوگی۔ دوسری جانب امریکا کے اندر بھی قوم متحد ہونی چاہیے۔ جو بائیڈن امریکی عوام کو متحد رکھنے اور دنیا کے ساتھ امریکی تعلقات بہتر بنانے کے لیے موزوں امیدوار تھے اس لیے امریکا کے مضبوط اداروں نے اسے کامیاب کرایا۔ سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق چین کے بارے میں امریکی پالیسی میں کسی بڑی تبدیلی کا کوئی امکان نہیں ہے بلکہ نیا صدر بھی چین کو تنہا کرنے اور اسے معاشی اور فوجی لحاظ سے کمزور کرنے کی پالیسی پر گامزن ہوگا۔

> ٹرمپ کی ناکام پالیسی اور اس کے منفی نتائج جو بائیڈن کے سامنے ہیں۔ اس لیے ہمیں امید ہے کہ جو بائیڈن نسبتاً اعتدال کی راہ اپنائیں گے۔ دوسرے ممالک کے ساتھ دشمنی، ممالک پر قبضے اور حملوں کا سلسلہ روک دیں گے۔ دنیا پہ اپنی پالیسی مسلط کرنے کی سیاست ترک کردیں گے، کمزور ممالک کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا جائے گا، لہٰذا پرامید ہیں امارت اسلامیہ کے ساتھ ہونے والے عہد کو پورا کریں گے اور اس معاہدے کی تنسیخ یا تعطل کا راستہ روکیں گے

جہاں تک امریکا میں مسلمانوں کے پسندیدہ امیدوار کا تعلق ہے تو کہا یہی جاتا ہے کہ اکثر مسلمانوں نے اپنا ووٹ جو بائیڈن کے حق میں استعمال کیا ہے۔ مسلمان جو بائیڈن کو بھی ٹرمپ کی طرح اپنا حامی نہیں سمجھتے لیکن ٹرمپ کی نسبت اس کی دشمنی اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کم ہے۔

پیو ریسرچ 2017ء کی رپورٹ کے مطابق امریکا میں مقیم مسلمانوں کی تعداد 3 ملین 45 ہزار ہے۔ جس میں 41 فیصد سفید فام، 28 فیصد ایشیائی، 20 فیصد افریقی اور 8 فیصد ہسپانوی مسلمان ہیں۔ اب اس ملک میں عیسائیوں کے بعد یہودیوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن ایک رپورٹ کے مطابق 20 سال بعد امریکا میں مسلمانوں کی تعداد یہودیوں سے زیادہ ہو جائے گی اور پھر اسلام امریکا کا دوسرا بڑا مذہب بن جائے گا۔

آزاد ذرائع کے مطابق امریکی انتخابات میں تقریباً ایک ملین مسلمانوں نے حصہ لیا تھا جس میں 70 فیصد نے جو بائیڈن جبکہ 17 فیصد نے ٹرمپ کے حق میں رائے دہی کی۔ اس مرتبہ انتخابات میں 110 مسلمان امیدوار بھی میدان میں تھے جن میں سے 50 کو کامیابی حاصل ہوئی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ اس مرتبہ ٹرمپ کو ووٹ دینے والے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ دیکھنے میں آیا۔ 2016ء کے انتخابات میں صرف 13 فیصد مسلمانوں نے ٹرمپ کو ووٹ دیا تھا۔ لیکن اس مرتبہ 17 فیصد مسلمانوں نے ٹرمپ کو ووٹ دیا۔ مسلمان ڈیموکریٹک جماعت کی پالیسیوں کو اپنے

لیے تعصب پر مبنی جبکہ ریپبلکن کی پالیسیوں کو نسبتاً زیادہ اسلام دشمن سمجھتے ہیں اور اسے اپنے خاندانی اقدار کے منافی سمجھتے ہیں۔

سیاہ فام مسلمان پہلے ہی ریپبلکن کے ساتھ تھے لیکن 80 فیصد سفید فام مسلمان ڈیموکریٹس کے حق میں رائے دہی کرتے تھے۔ نائن الیون کے واقعے کے بعد جب بش نے مسلمانوں کے خلاف نازیبا رویہ اور لہجہ اختیار کیا تو امریکی مسلمانوں کو بھی دنیا کے دیگر مسلمانوں کی طرح یہ یقین ہو گیا کہ یہ جنگ صرف اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہے۔ امریکی مسلمانوں نے ڈیموکریٹک جماعت کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیے۔ اس طرح ہر مرتبہ انتخابات میں ڈیموکریٹک جماعت کے حق میں مسلمانوں کے ووٹ کم ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ 2016ء کے انتخابات میں 82 فیصد مسلمانوں نے ہیلری کلنٹن کو ووٹ دیا۔

امریکا میں مسلمانوں کی آمد کا راستہ روکنے، آنکھیں بند کر کے اسرائیل کی حمایت، امریکی سفارت خانے کی بیت المقدس منتقلی اور مسلمانوں کے خلاف ٹرمپ کے اسلام دشمن اقدامات نے ڈیموکریٹک جماعت سے مسلمانوں کی حمایت میں مزید کمی کر دی اور مسلمانوں کی واضح اکثریت نے اپنے ووٹ جو بائڈن کے حق میں استعمال کیے۔ جو بائڈن نے انتخابی مہم کے دوران اعلان کیا تھا کہ اگر وہ کامیاب ہوتے ہیں تو ٹرمپ کی جانب سے 7 اسلامی ممالک کے باشندوں کی امریکا آنے پر پابندی ختم کر دیں گے۔ جو بائڈن نے ٹرمپ پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ: 7 اسلامی ممالک کے باشندوں کے امریکا میں پناہ لینے پر پابندی، عہدے کا ناجائز استعمال اور مسلمانوں کے ساتھ ٹرمپ کے ناروا سلوک کی واضح دلیل ہے۔ جو بائڈن نے کہا کہ اس قسم کے اقدامات سے ٹرمپ دنیا کے مسلم ممالک کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟ امریکا دنیا کو اپنی طاقت نہیں بلکہ اپنی اقدار دکھائے تاکہ وہ دنیا کی قیادت کے قابل ہو سکے، ٹرمپ نے امریکا کو بہت بدنام کیا۔

جو بائڈن نے اپنے مہم کے دوران یہ اعلان بھی کیا تھا کہ مسلمانوں کو امریکا میں دوسرے شہریوں کی طرح مساوی حقوق ملیں گے۔ تارکین وطن کے بارے میں جو بائڈن کا موقف نرم ہے اور اس کا برملا اظہار بھی کر چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ: حکومت اور معیشت کی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ تمام شہریوں کو برابر حقوق حاصل ہوں۔ اگر ٹرمپ کامیاب ہو جاتا تو یہ امریکی معیشت اور حکومت کے لیے ایک بڑے نقصان کا باعث بن سکتا تھا۔ انتخابی نتائج سے پہلے ہی جو بائڈن نے کہا کہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ انتخابات میں میری شرکت ڈیموکریٹک جماعت کے ایک رکن کی حیثیت سے تھی لیکن انتخاب کے بعد تمام امریکی باشندوں کا صدر ہوں۔ جن لوگوں نے مجھے ووٹ نہیں دیا ان کے حقوق بھی دوسرے امریکی شہریوں کی طرح محفوظ ہوں گے۔ میری جماعت کے ارکان صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں، سیاست میں نفرت اور دشمنی کی کوئی جگہ نہیں کیوں کہ امریکا میں امریکی قوم کی تقسیم کے اسباب زیادہ جبکہ متحد رکھنے کے اسباب بہت کم ہیں۔

جو بائڈن نے انتخابی مہم کے دوران یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ ٹرمپ دور میں پھیلنے والی نسل پرستی اور تعصب کا خاتمہ کریں گے اور سیاہ فام شہریوں کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک ختم کریں گے۔ جو بائڈن نے اپنی کامیابی کے بعد متوازن لہجہ اختیار کیا جس سے امریکی شہریوں سمیت دنیا کو بھی مثبت پیغام گیا۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ٹرمپ نے امریکا کو تقسیم کیا ہے اور دنیا کے ساتھ امریکی روابط بھی خراب ہو چکے ہیں۔ جو بائڈن نے کہا کہ کرونا کے خلاف نئی حکمت عملی وضع کرنے، اقتصادی بحران کا ختم کرنے، قوم کو متحد اور ملک کو صاف رکھنے کے لیے پہلی فرصت میں اقدامات کا آغاز کیا جائے گا۔ شدت پسندی اور نسلی پرستی کے خاتمے کے لیے نئی پالیسی اور قوانین وضع کیے جائیں گے۔ دنیا کی بڑی طاقتوں کے ساتھ اچھے سفارتی اور معاشی تعلقات استوار کرنے کے لیے نئی خارجہ پالیسی تشکیل دی جائے گی تاکہ ٹرمپ دور میں دنیا کے ساتھ اختلافات اور کشیدہ صورتحال دوستانہ فضا میں تبدیل ہو جائے۔

ٹرمپ کی ناکام پالیسی اور اس کے منفی نتائج جو بائڈن کے سامنے ہیں۔ اس لیے ہمیں امید ہے کہ جو بائڈن نسبتاً اعتدال کی راہ اپنائیں گے۔ دوسرے ممالک کے ساتھ دشمنی، ممالک پر قبضے اور حملوں کا سلسلہ روک دیں گے۔ دنیا پر اپنی پالیسی مسلط کرنے کی سیاست ترک کر دیں گے، کمزور ممالک کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھا جائے گا، مذاکرات میں امارت اسلامیہ کے ساتھ ہونے والے عہد کو پورا کریں گے اور اس تاریخی معاہدے کی تنسیخ یا تعطل کا راستہ روکیں گے، افغانستان میں جنگ بندی اور فوجی انخلاء کی پالیسی برقرار رکھیں گے جس کے ساتھ افغانستان اور خطے میں امن آئے گا اور ساتھ ہی امریکا بھی ایک بے نتیجہ اور طویل جنگ سے نجات حاصل کر کے دنیا میں مزید بدنامی سے بچ جائے گا۔

***

## بین الاقوامی ادارۂ انسانی حقوق کی جانب سے افغانستان میں قیام امن کے حوالے سے منعقدہ آن لائن کانفرنس سے

### امارتِ اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے رئیس اور امیرالمؤمنین کے معاون

# الحاج ملاعبدالغنی برادر کا خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد: سب سے پہلے اجتماع کے تمام شرکاء کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ وطنِ عزیز کے مسائل کا حل نکالنے کے لیے بحث اور تبادلہ خیال کے لیے منعقد کیا گیا یہ اجتماع نہایت خوش آئند ہے۔

**امن اور امن کی اہمیت:**

امن ہر معاشرہ کی پہلی اور بنیادی ضرورت ہے۔ امن کے بغیر خوشحال زندگی اور معاشی، تعلیمی، ثقافتی، اجتماعی اور سیاسی ترقی ناممکن ہے۔ امن محض نعروں سے قائم نہیں ہوتا۔ بلکہ امن کے لیے عزم و عمل کی ضرورت ہے۔ امن اس وقت ختم ہوتا ہے جب قوموں سے ان کی آزادی کا حق چھین لیا جاتا ہے۔

**امن کے قیام کے لیے امارتِ اسلامیہ کے سنجیدہ اقدامات:**

امارتِ اسلامیہ شروع سے امن پر یقین رکھتی ہے اور ہمیشہ ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ مسائل کو ڈائیلاگ سے حل کیا جائے۔ مختصراً چند وہ نکات پیش کرنا چاہتا ہوں جو امن کے قیام کے لیے امارت اسلامیہ کی سنجیدہ کوششوں کا اظہار کرتے ہیں:

**قطر میں سیاسی دفتر کا قیام:**

امارتِ اسلامیہ افغانستان کی قیادت نے مملکتِ قطر میں ملک کے مسائل کے حل کے لیے سیاسی دفتر کے قیام سے اپنی کوششوں کا آغاز کیا۔ یہ اقدام بجا طور پر امارتِ اسلامیہ کی جانب سے امن کے قیام کے لیے سنجیدگی ظاہر کرتا ہے۔

**امریکا کے ساتھ دوحا معاہدہ:**

امارتِ اسلامیہ امریکا کے ساتھ دوحا میں طویل بحثوں کے بعد ایک معاہدہ تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئی۔ جس کی بنیاد پر تمام بیرونی قوتیں مقررہ وقت پر افغانستان سے نکل جائیں گی اور امارت اسلامیہ نے عہد کر رکھا ہے کہ افغانستان کی سرزمین کسی دوسرے ملک کے خلاف استعمال نہیں ہوگی۔ جس سے افغانستان میں ایک دائمی امن کے قیام کے لیے فضاء ہموار ہوگی۔

**افغان سیاسی جماعتوں کے ساتھ مذاکرات کا آغاز:**

امارتِ اسلامیہ نے دوحا معاہدہ کی بنیاد پر ملکی مسائل کے حل کے لیے بین الافغان مذاکرات شروع کردیے جو اس وقت بھی جاری ہیں۔ امید ہے کہ وطنِ عزیز کے مسائل حل ہوجائیں گے اور ملک وملت ایک آزاد، ہمہ جہت، اور بااختیار اسلامی نظام سے بہرہ ور ہوجائیں گے۔

**بین الافغان مذاکرات میں چھ ماہ کی تاخیر:**

دوحا معاہدے کے مطابق مذاکرات 2020/3/10 کو شروع ہونے تھے، مگر جانبِ مقابل نے مسلسل حیلہ جوئی اور بہانہ بازی سے اسے چھ مہینے معطل رکھا۔ مذاکرات مقررہ مدت پر شروع ہوجاتے تو آج کافی پیش رفت ہوچکی ہوتی۔

اس سے نہ صرف یہ کہ مذاکرات کے مرحلہ میں تاخیر ہوگئی بلکہ ہزاروں لوگ اس دوران قتل ہوگئے۔ عوام نشانہ بنے اور وہ بھی جانبِ مقابل کی جانب سے، حالانکہ امارتِ اسلامیہ کی جانب سے ملت کی آزادی اور حریت کے لیے جہاد جاری ہے مگر عوام کے جان ومال کے تحفظ کے لیے ہمیشہ سنجیدہ اقدامات کیے گئے ہیں اور آئندہ بھی ایسے اقدامات کیے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں چند ایسے اقدامات کا تذکرہ کرنا ضروری ہے:

**عالیقدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ کی ہدایت پر تشکیلات میں عوامی املاک کے نقصان کے سدباب کے لیے باقاعدہ کمیشن کا قیام**

مجاہدین کے خط اول اور جنگی مقامات پر وفود کی روانگی تاکہ وہاں ملکی نقصانات کی تحقیق

کی جائے اور جو اس جرم کا مرتکب ہوا ہو اسے حوالۂ عدالت کیا جائے۔

امارتِ اسلامیہ نے بسا اوقات اپنے کئی اہم حملے محض اس لیے رکوا دیئے ہے کہ عوام کو نقصان پہنچنے کا محض اندیشہ اور احتمال تھا۔

بیرونی افواج اور کابل انتظامیہ کے اہلکار اب بھی مشترکہ طور پر عام لوگوں کے گھروں پر چھاپے مارتے ہیں، بمباری کرتے ہیں، کابل انتظامیہ اس کے ساتھ ساتھ عوامی مقامات پر بھاری اسلحوں کو بھی استعمال کرتی ہے۔

**بین الافغانی مذاکرات کی موجودہ حالت:**

12 ستمبر 2020 کو بین الافغان مذاکرات شروع ہوگئے اس سلسلہ میں پیش رفت بھی ہوئی۔ اصولوں اور طریقہ کار کے موضوع پر بحث انتہاء کو پہنچ گئی جو رواں سلسلہ کے لیے ایک اچھی پیش رفت ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ امارتِ اسلامیہ اپنی جانب سے مکمل تیار اور سنجیدہ ہے کہ مشکلات اور مسائل کو باہمی مفاہمت سے حل کیا جائے۔

**امن کے قیام کی راہ میں موجود رکاوٹیں:**

بلیک لسٹ: (امارت اسلامیہ کے رہنماوں کے ناموں کا اقوام متحدہ کی لسٹ سے اخراج)

معاہدہ کے مطابق بلیک لسٹ کا موضوع اب تک حل ہو جانا تھا، کیونکہ امن کا قیام اور بلیک لسٹ دو متضاد مفہوم ہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ امن مذاکرات کا ایک فریق بلیک لسٹ میں ہو، ان کے اسفار پر پابندی عائد ہو اور دوسرے فریق کو ہر طرح کی آزادی ہو۔ انہیں ہر طرح کی نقل و حرکت کی اجازت ہو۔ امارتِ اسلامیہ کے تمام قائدین کو بھی آزادانہ نقل و حرکت اور کسی قید و شرط کے بغیر سفر کرنے کی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ یہ ان کا عالمی اصولوں کی رو سے انسانی حق ہے۔

**بقیہ قیدیوں کی رہائی کا مسئلہ:**

اب تک امارتِ اسلامیہ کے ہزاروں افراد جیلوں میں قید ہیں۔ امن کے قیام اور دونوں فریقوں کے درمیان اعتماد سازی اور فاصلوں میں کمی لانے کے لیے جانبِ مقابل کو اب وہ افغان باشندے رہا کر لینے چاہییں جو امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین ہیں۔ یا مجاہدین کے ساتھ تعلق کے محض الزام میں گرفتار ہیں۔ دوحا معاہدے کے مطابق بین الافغان مذاکرات شروع ہونے کے ساتھ تمام قیدیوں کی رہائی اب تک مکمل ہو جانی چاہیے تھی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ دوحا معاہدہ افغانستان میں امن کے قیام کے لیے واحد اور جامع راستہ ہے۔ اور افغانستان میں جنگ کی ذمہ داری اسی پر عائد ہوگی جو اس معاہدہ کی عملدرآمد میں رخنے ڈال رہا ہے۔

**زہریلے پروپیگنڈے:**

جس دن سے بین الافغان مذاکرات شروع ہوئے ہیں اس دن سے کابل انتظامیہ کے سربراہان امن کے خلاف وسیع سطح پر منفی پروپیگنڈے کر رہے ہیں، جن کا پوری دنیا مشاہدہ کر رہی ہے۔ درحقیقت یہ پروپیگنڈا امن کے اس سلسلہ کو سبوتاژ کرنے کی کوشش ہے۔

دینی اور تعلیمی مراکز پر حملے، اغواء کی واردات، ٹارگٹ کلنگ کے واقعات اور دیگر جرائم کابل انتظامیہ کے انٹیلی جنس ادارے این ڈی ایس کی معاونت سے پلان کیے جاتے ہیں اور پھر اسے امارت اسلامیہ کے خلاف پروپیگنڈا کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کابل میں ہسپتال اور کابل یونیورسٹی پر حملہ، صوبہ تخار میں مسجد اور تحفیظ القران مدرسہ پر بمباری، سماجی رہنماؤں اور صحافیوں کی ٹارگٹ کلنگ اس کے چند نمونے ہیں۔ وہ اس دھوکے میں مبتلا ہیں کہ اس طرح اپنے اقتدار کو بقاء بخشیں گے۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ موجودہ کابل انتظامیہ افغان قوم کی نمائندہ ہرگز نہیں ہے۔ اس لیے دنیا کو اس کے ساتھ قوم کی نمائندہ حکومت کی حیثیت سے پیش نہیں آنا چاہیے۔ افغانستان میں امن کے استحکام کے لیے ایک ایسے نظام پر اتفاق کرنا چاہیے جو بیرونی مداخلت سے پاک ہو اور اسلامی اور افغانی اقدار وروایات کا امین ہو، کیونکہ آزاد اور خود مختار اسلامی نظام ہی ہر طرح کی ترقی، اسلامی عدالت اور قومی یکجہتی کا ضامن ہے۔

**آئندہ آنے والا نظام:**

افغانستان کی آزادی کے بعد امارتِ اسلامیہ کی سوچ اور پالیسی ہرگز انحصار کی نہیں کہ اقتدار کو اپنے ساتھ خاص اور سمیٹ کر رکھے، بلکہ تمام افغانوں کے ساتھ مشترکہ طور پر وطن عزیز میں ایک ہمہ جہت اسلامی نظام کی خواہاں ہے۔

افغان قوم نے گزشتہ چار دہائیوں سے ملک کی آزادی اور ہماری دینی اور افغانی اقدار کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام کے قیام کے لیے جان و مال کی ہر طرح کی قربانی پیش کی ہے اور اسی مقصد کے لیے کوششیں جاری رکھی ہیں۔ مستقبل میں ملک کے مفاد میں اسلامی نظام کے قیام اور عوام کو امن کی فراہمی کے لیے درج ذیل اقدامات اٹھانے لازمی ہوں گے:

**قوم اور عوام کی خدمت:**

ہمارے عوام چالیس سال سے مشکلات اور مصائب سے دوچار ہیں۔ خاص طور سے گزشتہ دو دہائیوں سے جب سے بیرونی قوتوں نے ہمارے ملک وملت کو یرغمال بنارکھا ہے۔ آئندہ نظام اپنی پوری توانائی کے ساتھ کوشش کرے گا کہ اپنی قوم کے آرام اور ملک کی ترقی کے لیے تمام ضروری اقدامات اٹھائے۔ امارتِ اسلامیہ بیس سال سے ملک و قوم کی آزادی اور حریت کی جنگ لڑرہی ہے، مگر پھر بھی اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں عوام کو امن وامان فراہم کیا ہے۔ ان کے مسائل حل کرنے کے لیے مقدور بھر کوشش کی ہے اور کررہی ہے۔ جبکہ اس بارے میں امارتِ اسلامیہ کے ساتھ کسی قسم کی کوئی معاونت نہیں کی جاتی، ہم دنیا اور عالمی سطح پر اداروں اور متمول افراد سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے ملک وملت کی اس طرح سے مدد کریں جس میں شفافیت اور انصاف کو ملحوظ رکھا گیا ہو۔ اور ایسا اس وقت ممکن ہے جب امارتِ اسلامیہ کے ساتھ مل کر معاملات طے کیے جائیں اس بارے میں امارتِ اسلامیہ ہر طرح کی مدد اور معاونت کے لیے تیار ہے۔

**قومی سرمایہ:**

اسلامی نظام کی ذمہ داریوں اور قوم کو اپنی خدمات پیش کرنے میں سے ایک عام المنفعت تنصیبات کی تعمیر اور انہیں تحفظ فراہم کرنا ہے۔ امارتِ اسلامیہ وطنِ عزیز میں عوامی استعمال کی تنصیبات جیسا کہ پل، ٹنل، بجلی گھر، واپڈا، معدنیات، تعلیمی ادارے، مدارس، مساجد، اسکول، یونیورسٹیاں، ہسپتال اور اس طرح کے دیگر مقامات کو قوم کا مشترک اثاثہ سمجھتی ہے۔ ان کی حفاظت اور ان سے قوم کے لیے اجتماعی، درست اور پیشہ ورانہ استفادہ اپنا فریضہ سمجھتی ہے۔

**خواتین کے حقوق:**

اسلامی نظام کو معاشرہ کے ہر فرد کے حقوق کا ضامن ہونا چاہیے۔ اس حوالہ سے ایک موضوع خواتین کے حقوق کا بھی ہے۔ اسلام نے عورت کو تمام بنیادی حقوق جیسا کہ تعلیم، پیشہ، ملکیت، تجارت، امن، صحت اور اچھی معاشرت عطاء کیے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری لحات میں بھی خواتین کے ساتھ حسنِ معاشرت کی وصیت کررکھی ہے۔ افغانستان میں جاری جارحیت کی وجہ سے عورتوں کے حقوق میں متعدد مشکلات پیش آئی ہیں۔ خواتین بہت سے ناگفتہ بہ حالات سے نبرد آزما ہیں۔ انیس سال میں کھربوں ڈالر افغانستان آئے مگر اب تک افغانستان میں صحت کے مراکز نہ ہونے اور کیمیاوی ہتھیاروں کے استعمال کی وجہ سے بہت ساری مائیں اور بچے مختلف بیماریوں اور مشکلات کا سامنا کررہے ہیں۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ استعمار کے زیر سایہ عورتوں کے حقوق کے نام پر بداخلاقی اور غیر اسلامی کلچر کی نشرواشاعت کے لیے کام ہوا ہے۔ عورتوں کو افغانی روایات کی پامالی پر اکسانا وہ عمل ہے جو خواتین کے حقوق کے نام سے قوم پر مسلط کیا جاتا ہے۔ گزشتہ دو عشروں میں خواتین کے ساتھ زیادتی اور تشدد کے ہزاروں واقعات پیش آئے ہیں، جو امارتِ اسلامیہ کی حکمرانی کے وقت بالکل ناپید تھے۔ امارتِ اسلامیہ خواتین کے حقوق کے بارے میں بہت واضح موقف رکھتی ہے، وہ یہ کہ اسلامی اور افغانی اقدار کی روشنی میں عورتوں کے حقوق کو اس طرح تحفظ ملنا چاہیے کہ خود ان کے جائز حقوق بھی محفوظ ہوں اور دوسری طرف ان کا افغانی اور اسلامی تقدس بھی محفوظ ہو۔ امارتِ اسلامیہ عورتوں کے بارے میں ناجائز رواجوں اور اجنبی کلچر کے خاتمہ کے لیے پرعزم ہے۔

**معاشرہ میں نوجوانوں کی اہمیت:**

نوجوان طبقہ ہر معاشرے کا انتہائی قیمتی سرمایہ ہے۔ افغانستان کی آبادی کا آدھے سے زیادہ حصہ نوجوانوں پر مشتمل ہے، جو تعلیم اور ہنر سے مالامال ہے۔ امارتِ اسلامیہ کی تشکیلات میں شروع سے لے کر اب تک اکثر نوجوان طبقہ ہی ملازمت اور ذمہ داریوں سے وابستہ رہا ہے۔ امارتِ اسلامیہ نوجوانوں کی صحیح اور درست تعلیم و تربیت کے لیے پرعزم ہے۔ یہی نوجوان طبقہ ہے جو آئندہ کے خود مختار افغانستان میں ملک کی ترقی اور کامیابی میں اہم رول ادا کرے گا۔ امارتِ اسلامیہ نوجوانوں کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے اور ان کو مواقع فراہم کرنے کے لیے ملک میں موجودہ وسائل کو کام میں لانے اور اس سلسلہ میں عالمی سرمایہ کاری اور عالمی امداد کے حصول کو اپنا فریضہ سمجھتی ہے۔

**میڈیا اور اظہار رائے کی آزادی:**

میڈیا پر اپنی بنیادی اصولوں کی رو سے ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ عوامی سوچ کو مثبت رخ پر چلائے۔ جہاں کوتاہی ہوتی ہے ان کی نشاندہی کرے اور لوگوں تک حقائق پہنچائے۔ امارتِ اسلامیہ میڈیا کی ضرورت اور اہمیت کو سمجھتی ہے اور معاشرے کی اصلاح، عمومی آگاہی اور بلند تر مفادات کے لیے اسے ایک اچھے وسیلے کی نظر سے دیکھتی ہے، البتہ اظہارِ رائے کی آزادی اسلامی اصولوں اور قومی مفادات سے متصادم نہیں ہونی چاہیے۔

**منشیات کا انسداد:**

امارتِ اسلامیہ کے دورِ اقتدار میں پوست کی کاشت تقریباً صفر درجہ پر آگئی تھی اور افغان عوام میں نشہ کے عادی افراد کی تعداد ختم ہوگئی تھی، مگر انیس سالہ استعمار کے زیرِ سایہ دور میں منشیات کے عادی افراد کی تعداد چار ملین تک پہنچ گئی ہے، جس میں بڑی تعداد بچوں اور خواتین کی بھی ہے۔ امارتِ اسلامیہ چاہتی ہے کہ پوست کی کاشت، منشیات کا استعمال اور اسمگلنگ کا سد باب ہوجائے۔ مستقبل کے افغانستان میں عالمی برادری اور بین الاقوامی اداروں کی مدد اور ہم آہنگی سے متبادل ذریعۂ معیشت اپنانے سے پوست کی کاشت تدریجی طور پر صفر تک آنی چاہیے۔

**خارجہ پالیسی:**

۱ - سیاسی روابط:

امارتِ اسلامیہ چاہتی ہے کہ ملک کے بلند تر مفادات کو ملحوظ رکھتے ہوئے عالمی برادری اور خصوصی طور پر ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوطرفہ احترام کی بنیاد پر مثبت اور تعمیری تعلقات قائم ہوں۔ امارتِ اسلامیہ خطے میں منفی رقابتوں کے بجائے مثبت اور متوازن تعلقات کی مضبوطی اور ترقی چاہتی ہے۔

امارتِ اسلامیہ افغانستان کا کوئی بیرونی ایجنڈا نہیں ہے۔ ہم دیگر ممالک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرنا چاہتے۔ اسی طرح دوسروں کو بھی یہ اجازت نہیں دیتے کہ وہ ہمارے معاملات میں دخیل بن جائیں اور سرزمینِ افغانستان کو ہمسایہ ممالک سمیت کسی دوسرے ملک کے امن وامان کے خلاف استعمال کریں۔ امارتِ اسلامیہ شرعی اصولوں اور ملکی منافع کی روشنی میں بین الاقوامی اصولوں پر یقین رکھتی ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا ملک خطے اور دنیا کے ممالک کی غلط رقابتوں کا میدان بن جائے۔ بلکہ ہم ایک مستقل خود مختار اور مضبوط ملک کے طور پر خطے، دنیا بھر اور بالخصوص اسلامی ممالک کے مسائل کا حل چاہتے ہیں۔

۲ - اقتصادی تعلقات:

افغانستان کو دیگر ممالک کی سرمایہ کاری کی ضرورت ہے اور طبعی طور پر اس کے لیے تیار ہے۔ کیونکہ ہمارا ملک اپنی جغرافیائی محل وقوع کی بنیاد پر جنوبی اور وسطِ ایشیا کے ممالک کے درمیان سنگھم پر واقع ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ افغانستان خطے میں دیگر ممالک کے ساتھ مضبوط تجارتی تعلقات رکھے۔

۳ - عوامی امداد اور تعلقات:

امارتِ اسلامیہ انسانیت کے ساتھ ہمدردی رکھنے والے ممالک، عالمی رفاہی اداروں، اقوامِ متحدہ، قومی تاجر برادری اور دیگر بشری حقوق کے اداروں کو تحفظ دینے کے لیے پر عزم ہے اور انہیں دعوت دیتی ہے کہ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ملک کے تمام علاقوں میں مستحقین تک امداد پہنچائے، مگر افسوسناک بات یہ ہے کہ گزشتہ دو عشروں میں قوم اور عوام کے نام پر کھربوں ڈالر ملک میں آئے مگر کابل انتظامیہ کی نااہلی اور کرپشن کی وجہ سے مستحقین تک نہ پہنچ سکے۔ امارتِ اسلامیہ عالمی ہمدرد اداروں کو دعوت دیتی ہے کہ افغان قوم کے ساتھ امداد جاری رکھے اور شفاف اور منصفانہ طور پر تقسیم کرنے کے لیے امارتِ اسلامیہ کی ہم آہنگی سے آگے بڑھے۔

**صحت سے متعلق امور:**

امارتِ اسلامیہ نے صحت کے باب میں ایک مستقل کمیشن قائم کیا ہے اور قوم کو اس حوالہ سے خدمات اور صحت کی سہولیات فراہم کرنے کے لیے افراد متعین کیے گئے ہیں۔ امارتِ اسلامیہ عالمی سطح پر صحت کے لیے قائم کیے گئے اداروں جیسا کہ ہلالِ احمر، ایمرجنسی اور فری لانس ڈاکٹروں کے ساتھ مفاہمانہ تعلق رکھتی ہے۔ اور اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کرتی ہے کہ اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں ہسپتال اور صحت کے مراکز تعمیر کرواسکے اور ان کے لیے صحت کے وسائل مہیا کرسکے۔ اور اس کے لیے اسٹاف کو باقاعدہ تربیت دے کر متعین کرسکے۔ امارتِ اسلامیہ نے مجاہدین کو واضح ہدایت کی ہے کہ صحت اور تعلیم سے وابستہ افراد کے امن وامان کو یقینی بنائے۔ امارتِ اسلامیہ ایک دفعہ پھر عالمی صحت کے اداروں کو دعوت دیتی ہے کہ انسانی حقوق کے احترام کے پیشِ نظر وطنِ عزیز کے تمام باشندوں کو کسی تفریق کے بغیر اپنی خدمات پہنچائے۔

آخر میں ایک دفعہ پھر اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ امارتِ اسلامیہ دوحا معاہدہ کی بنیاد پر بین الافغان مذاکرات جاری رکھنے کے لیے سنجیدہ ہے اور امارتِ اسلامیہ یہ سمجھتی ہے کہ یہی دوحا معاہدہ افغانستان کے مشکلات کے حل کے لیے ایک جامع پالیسی ہے جس کی پاسداری تمام جہات کے لیے کرنی ضروری ہے۔

آخر میں تمام شرکاء اور بالخصوص اس پروگرام کو ترتیب دینے والی تنظیموں کا شکریہ اداء کرتا ہوں کہ انہوں نے افغانستان کے موجودہ حالات کے بارے میں ہماری رائے توجہ سے سنی۔

ایک آزاد، خود مختار اور پرامن افغانستان کی آرزو کے ساتھ۔ والسلام

●●●

# صحافیوں اور سماجی کارکنوں کا قتل

# اور پس پردہ مقاصد

تحریر: ہارون بلخی

استعمار و عالمی استکبار کا اصل ہدف مسلمانو کی تہذیب و تمدن، اتحاد و اتفاق، عقائد و نظریات اور افکار و خیالات کو منتشر کرنا ہے۔ تاکہ استعمار اپنے تسلط کو مستحکم کرنے کے لیے اپنی مکارانہ، جابرانہ اور غاصبانہ پالیسیوں کو بروئے کار لائے۔ ان سازشوں اور منفی پالیسیوں کو آگے بڑھانے کی خاطر عالم اسلام کے دشمنوں نے مسلمان سماج میں اپنے ایجنٹ پھیلا دیے ہیں، تاکہ غاصب قوتیں مسلمان ممالک کے نظام معاشرت و معیشت کو تباہ اور ان کے سیاسی نظام کو اپنے پنجۂ استبداد میں ناکارہ حالت میں رکھ کر عوام کو سبز باغ دکھاتے رہیں۔

امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان جب جارحیت کے خاتمے کے لیے معاہدہ ہوا اور بین الافغان مذاکرات کے ذریعے ایک وسیع البنیاد اسلامی نظام پر اتفاق اور دائمی جنگ بندی کی خاطر افغانستان کو موجودہ بحران اور مصیبت سے نکالنے کے لیے افغان عوام اور دنیا کے لیے امید کی ایک کرن پیدا ہوئی، دنیا بھر میں خصوصاً عالم اسلام میں خوشیاں منائی گئیں، کہ چار دہائیوں سے جاری جنگوں سے افغان عوام کو نجات ملے گی۔

مگر بدقسمتی سے جب سے مفاہمتی امن عمل کی کوششوں میں تیزی آئی اور ایک حقیقی رخ کی جانب بڑھنے لگے، اسی روز سے اب تک ہر لمحہ اور ہر وقت مختلف عناصر کی جانب سے کوشش کی جارہی ہے، کہ اس عمل میں رخنہ ڈال کر اسے رکاوٹوں کا شکار کردیں اور عوام کو مایوس کرتے ہوئے ان کی امنگوں پر پانی پھیر دیں۔

چوں کہ اس وقت امن کی کوششوں کے حوالے سے افغانستان اپنے بہترین دور سے گزر رہا ہے۔ اس سے بہتر طور پر فائدہ اٹھانا چاہیے، لیکن مفاہمتی عمل کے دشمن ہمیشہ کوشش کرتے رہتے ہیں، کہ ایسے اقدامات کیے جائیں جس سے اس عمل کو مشکل سے دوچار کریں، جس سے عوام پریشان اور عالمی برادری مایوس ہوجائے۔

کابل انتظامیہ کے ایک دھڑے کے سربراہ اشرف غنی کا نائب اول امراللہ صالح مختلف طریقوں سے امن عمل کو سبوتاژ کرنیکی کوششوں میں مصروف ہے۔ انہوں نے خفیہ ادارے این ڈی ایس کے تعاون سے داعشی خوارج کے گروہ کے چند غنڈوں کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے، جو ملک بھر خصوصاً کابل اور دیگر بڑے شہروں میں صحافیوں، سماجی کارکنوں اور بااثر اشخاص کو سرکار کی سرپرستی اور وسائل سے نشانہ بنارہاہے اور یہ سلسلہ تاحال شدت سے جاری ہے۔ حال ہی میں ان شرپسند خوارج کے حملوں میں 6 صحافی قتل ہوئے ہیں، ان میں یماسیاوش، رفیع صدیقی اور فردین امینی کابل، جب کہ الیاس داعی ہلمند، رحمت اللہ نیکزاد غزنی اور ملالہ میوند جلال آباد میں مارے جاچکے ہیں۔

افغانستان استعمار زدہ اور مقبوضہ ملک ہے۔ یہاں صدر سے لیکر ادنی عہدیدار تک سب کسی نہ کسی طرح بیرونی ممالک کے خفیہ اداروں سے وابستہ ہیں اور بیرونی آقاؤں کی ایماء پر چلتے ہیں۔ حتی کہ صحافیوں کی اکثریت بیرونی ممالک سے تنخواہیں اور مراعات حاصل کرتی ہے۔ چوں کہ امریکہ اپنے اتحادیوں سمیت افغانستان سے انخلا کی حالت میں ہے، یہاں ان کے کافی راز اپنے ایجنٹوں کے پاس محفوظ ہیں، امریکا اور اس کے اتحادیوں کو خوف ہے کہ ہمارے جانے کے بعد یہ راز کہیں افشانہ ہوجائیں، تو ان آثار کو مٹانے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے جارہے ہیں۔ اس سلسلے میں کابل انتظامیہ کے ایک دھڑے کے نائب امراللہ صالح کو مکمل اختیارات سونپ

دیے گئے، تاکہ نظام کے نام نہاد مخالفین کا قلع قمع کر سکیں۔

امر اللہ صالح نے کابل شہر کو محفوظ بنانے کے لیے شہر کی سیکورٹی کا چارج خود سنبھال لیا اور سیکورٹی میثاق کے نام سے عام شہریوں میں اسلحہ تقسیم کیا، جس کے نتیجے میں شہر بھر میں ٹارگٹ کلنگ، پراسرار ہلاکتوں اور لوٹ مار میں ہوشربا اضافہ ہوا، جس سے کابل شہریوں میں خوف وہراس پھیل گیا۔ اہلیان کابل کے علاوہ کابل پارلیمان کے اکثر اراکین شہر میں بدامنی، بدعنوانی، چوری، ڈاکہ زنی اور پر سرار ہلاکتوں کے ذمہ دار امر اللہ صالح کے دہشت گرد گروہ روند سبز کو قرار دیتے ہیں، اراکین پارلیمان کی اکثریت اس پر متفق ہے کہ روند سبز کسی بیرونی خفیہ ادارے سے وابستہ ہے جو اس کی مالی سپوٹ کر رہا ہے۔

ملک میں صحافیوں کی ہلاکتوں کا سلسلہ کافی عرصے سے جاری ہے، لیکن اب تک کسی صحافی کے قاتل کو عوام کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ کچھ عرصہ قبل کابل شہر میں طلوع نیوز کے سابق جرنلسٹ اور افغان بینک کے افسر یما سیاوش اپنی گاڑی میں نصب شدہ بم سے ہلاک ہوگئے۔ ان کے والد نے کابل انتظامیہ کو 40 دن کی ڈیڈ لائن دی، وقت پورا ہوا۔ اعلی حکام نے نوٹس لینے کی بجائے ان کے والد کو دھمکایا اور آئندہ کے لیے اس مقدمہ کو نظر انداز کرنے مشورہ کیا۔ اسی طرح چند روز قبل کابل شہر میں آریانا نیوز کے نیوز کاسٹر فردین امینی کو پراسرار طور پر قتل کر دیا گیا۔ حکام نے اسے خودکشی قرار دیا، لیکن ان کے چچا نے حکومتی دعوے کو رد کرتے ہوئے اسے پراسرار قتل قرار دیا اور سرکار سے تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ سرکار اعلی نے بھی ان کے خاندان کی آواز خاموش کر دی اور مستقبل میں چھپ رہنے کی دھمکی دی۔

امارت اسلامیہ کے ترجمان جناب ذبیح اللہ مجاہد نے کابل اور دیگر شہروں میں روزانہ ٹارگٹ کلنگ اور پراسرار ہلاکتوں کے بارے میں کہا کہ " شہروں میں عام شہریوں کے ٹارگٹ کلنگ سے کابل انتظامیہ کی خفیہ ایجنسی کا مقصد یہ ہے کہ دنیا اور خاص کر عرب ممالک کی توجہ اپنے ماتحت علاقوں کو مبذول کرادے۔ کابل انتظامیہ کے نائب کے اشارے پر خفیہ ادارے نے اپنے ان سیاسی مخالفین کو نشانہ بنایا، جو وقتاً فوقتاً ان کی کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے اور کر رہے ہیں۔ مجاہدین کے خلاف پروپیگنڈے کا مواد مہیا کرنا وغیرہ..." تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ امارت اسلامیہ نے کبھی ایسا عمل انجام نہیں دیا ہے، جس سے کسی نہتے شہری کو نقصان پہنچا ہو۔ اس طرح کے اعمال انجام دینے کے لیے خفیہ ادارے مختلف النوع منصوبے بناتے ہیں، جس کی تازہ ترین مثال حال ہی میں کابل اور دیگر بڑے شہروں میں سیکیورٹی میثاق کے نام سے غیر ذمہ دار افراد میں اسلحہ کی تقسیم ہے۔

افغانستان استعمار زدہ اور ...

سمیت افغانستان سے ...

بر سر اقتدار ٹیم کے لوگ ایسے بیانات داغتے ہیں، جو مفاہمتی عمل اور امن سے متضاد ہے، ایسے اعمال انجام دیتے ہیں، جو مفاہمتی عمل کی موجودہ امیدوں کو محو کر دیتے ہیں۔ کبھی امریکی حکام اور عوام کے نام خطوط بھیجتے ہیں، کہ تمام فوجیوں کو مت نکالو، ہم افواج کے اخراجات میں کمی کر دیں گے، کبھی جنگ نجی کمپنی کو ٹھیکے پر دینے کا منصوبہ امریکہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ مگر حواس باختہ امر اللہ صالح کی تمام کوششیں رائیگاں ہوں گی۔ کیوں کہ افغان قوم کو غیروں کے کندھوں پر سوار حکمرانوں پر کوئی اعتماد نہیں ہے، اگرچہ عوام میں مایوسی اور پریشانی پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن کابل انتظامیہ کے دعووں پر یقین نہیں ہے، اس لیے کہ قوم نے گذشتہ 19 برسوں کے دوران حالات کا غور سے مشاہدہ کیا اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے مجاہدین کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔

کابل شہر کے گرین زون کے علاقوں میں کابل انتظامیہ کے اعلی حکام کی جانیں محفوظ نہیں ہیں۔ خفیہ ادارے (این ڈی ایس) کے شریر عناصر جان بوجھ کر حالات خراب کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ بیرونی استعماری افواج دوحہ معاہدے کو توڑ کر افغانستان میں اپنی موجودگی اور ظلم وستم کو برقرار رکھیں، جس سے استعمار کے غلام مزید چند روز اقتدار میں رہ کر مظلوم افغانوں کے لہو سے اپنے اقتدار کی پیاس بجھا سکیں۔

# افغانستان میں مذاکرات نہ کرنے کی وجوہات

تحریر: جواد فاتح

**گذشتہ دنوں جب بین الافغانی مذاکرات کے درمیان ایک وقفے کا اعلان کیا گیا تو کابل انتظامیہ کے حکام نے پروپیگنڈے کی حد تک بیان بازی شروع کی کہ طالبان افغانستان آجائیں۔ قطر کے بجائے اپنے ملک میں مذاکرات ہونے چاہئیں۔ اس حوالے سے بہترین وضاحتی تحریر پیش خدمت ہے۔(ادارہ)**

---

دو فریقوں کے درمیان مذاکرات اور باہمی بات چیت کے لیے زمان و مکان کا انتخاب انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ یہاں زمان کو زیر بحث نہیں لائیں گے بلکہ صرف دوسرے نکتے پر کچھ روشنی ڈالیں گے کہ مذاکرات کس جگہ ہونے چاہئیں۔

مذاکرات کے لیے عام طور پر تین مقامات کا تعین کیا جاتا ہے:

**1: اپنا علاقہ:**

جو جگہ آپ کے زیر کنٹرول ہو اور وہاں آپ کا اثر و رسوخ زیادہ ہو وہاں مذاکرات کرنا بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اسلام دشمنوں کے ساتھ مدینہ منورہ کے اندر بات چیت اور معاہدات کیے ہیں۔

اپنے علاقے میں مذاکرات کرنے کے کچھ خاص فوائد ہوتے ہیں:

الف: اپنے ماحول سے مانوسیت۔

ب: محفوظ روابط اور منصوبے۔

د: مخالف فریق کی مہمان نوازی اور ان پر احسان۔

ہ: مخالف فریق کو احساس دلانا کہ ہم راحت میں ہیں۔

و: مخالف فریق پر دباو ڈالنا۔

اپنے زیر کنٹرول علاقوں میں مذاکرات کے فوائد کے ساتھ اس میں کچھ خامیاں بھی ہیں مثلاً:

الف: مذاکرات صلاح و مشورے کے لیے کچھ مدت کے لیے معطل نہیں کیے جا سکتے۔

ب: مخالف فریق مذاکرات کے بہانے آپ کی کمزوریاں معلوم کر سکتا ہے اور یہاں سے اطلاعات کے ذرائع ڈھونڈ سکتا ہے۔

ج: مخالف فریق سے مذاکرات کے نکات پر تحقیق کے لیے وقت نہیں لیا جا سکتا۔

**2: مخالف فریق کا علاقہ:**

مذاکرات کے لیے مخالف فریق کے علاقے کا بھی انتخاب کیا جا سکتا ہے اور اسلام بھی اس کی اجازت دیتا ہے۔ جس کی واضح مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین کے مکہ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر صلح حدیبیہ ہے۔

مخالف فریق کے علاقے میں مذاکرات سے آپ کا مخالف وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جو اپنے مقام پر مذاکرات سے آپ حاصل کر رہے تھے اور اسی طرح جہاں اپنے علاقے میں آپکو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا مخالف فریق کے علاقے میں مذاکرات آپ کے مفاد میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ اس میں بھی کچھ فائدے اور نقصان ہیں لیکن ان کا مداوا آسانی سے ہو سکتا ہے۔ جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

**3: کسی ثالث کے علاقے میں:**

کبھی کبھار دو فریق مذاکرات کے لیے تیسرے مقام کا تعین کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں کئی مسائل کے حل کے لیے بڑے عرصے سے یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

تیسری جگہ کا انتخاب ایسی جگہ ہو جو ہر لحاظ سے غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتا ہو۔

البتہ یہ الگ بات ہے کہ اکثر اوقات تیسری جگہ کا انتخاب دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔

اب آتے ہیں اس سوال کی جانب کہ طالبان کیوں ملک کے اندر مذاکرات نہیں کرنا چاہتے۔

قطر میں امارت اسلامیہ کے دفتر کے افتتاح سے قبل اس وقت کے کٹھ پتلی صدر حامد کرزئی نے مطالبہ کیا تھا کہ مذاکرات افغانستان کے اندر کیے جائیں۔ یہ مطالبہ اب اشرف غنی بھی بارہا کر چکے ہیں۔ اس سوال کا جواب دینے سے قبل ضروری ہے کہ ہم یہ جاننے کی کوشش کریں کہ کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ ملک کے اندر مذاکرات کا مطالبہ بار بار کیوں دہرا رہی ہے۔ اس کے پیچھے ان کے کیا مقاصد ہیں؟

ملک کے اندر انتخابات سے کٹھ پتلی انتظامیہ مندرجہ ذیل اہداف حاصل کرنا چاہتی ہے۔

الف: کچھ شرپسند عناصر کے مظاہروں کی مدد سے طالبان پر دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں۔

ب: اس سے وہ امارت اسلامیہ کا سیاسی دفتر بند کرنا چاہتے ہیں۔

ج: امارت اسلامیہ ملک سے باہر مقیم بااثر افغان شہریوں، سیاستدانوں اور اثر ورسوخ رکھنے والوں سے بھی وقتاً فوقتاً گفت وشنید کرتی رہتی ہے۔ قطر دفتر میں کئی کانفرنسز منعقد کیے جا چکے ہیں۔ کابل انتظامیہ کو یہ ملاقاتیں اور بات چیت بھی ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ اس طرح ملک کے اندر مذاکرات سے یہ سلسلہ بھی روکنا چاہتے ہیں۔

د: کابل انتظامیہ نہیں چاہتی کہ امارت اسلامیہ کے سیاسی ارکان دنیا کے سامنے اپنا موقف پیش کریں اور تشریح کر کے دنیا کے ساتھ روابط بنائیں۔

ہ: ان کی کوشش ہے کہ امارت اسلامیہ کی بین الاقوامی حیثیت کم کر کے اس طویل جنگ کو محض ایک ملک کا داخلی مسئلہ قرار دے دیں۔

کابل انتظامیہ کے ان مذموم اہداف کی وجہ سے ہی امارت اسلامیہ ملک کے اندر مذاکرات کے لیے تیار نہیں ہوتی۔ کیوں کہ سب سے زیادہ اہم افغانستان میں مذاکرات کے مقام کی سیکیورٹی ہے۔

اب اگر مذاکرات کابل انتظامیہ کے زیر کنٹرول دارالحکومت میں ہوتے ہیں تو:

1: یہاں تو صدارتی محل سے چند قدم کے فاصلے پر کابل انتظامیہ لوگوں کے جان ومال کی ضمانت نہیں دے سکتی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ امارت اسلامیہ کے وفد کے ارکان کے جان ومال کی حفاظت کی ضمانت دیں؟

2: کیا وہ یہ ضمانت دے سکتے ہیں کہ یہاں صرف مذاکرات سے متعلق امور پر گفتگو ہوگی یا وہ مذاکرات کے نام پر ہمیں مصروف رکھ کر کوئی خفیہ مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ اس بارے میں امارت اسلامیہ کی قیدیوں کے وفد کے ساتھ بیتے تلخ لمحات ہمارے سامنے ہیں۔

3: جو لوگ صدارتی محل کے اندر سے ایک اور متوازی حکومت کے اعلان کا راستہ نہیں روک سکے کیا یہ ممکن ہے کہ مذاکرات کے مقام کی سیکورٹی سنبھالنے میں کامیاب ہوں گے۔

4: اور اگر مذاکرات امارت اسلامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں ہوتے ہیں تو کیا فضائی حدود سے حفاظت کی ضمانت کابل انتظامیہ دے سکتی ہے؟

5: کیا داعش کے نام پر راکٹ حملوں سے حفاظت کی ضمانت موجود ہے؟

مختصر یہ کہ افغانستان میں یہ ایک افغانی روایت چلی آرہی ہے کہ دو فریق ہمیشہ اپنے مسائل کے حل کے لیے تیسرے فریق کے مقام پر صلح کرتے ہیں۔

لہٰذا ہر بات میڈیا پر پھیلانے سے بہتر یہ ہے کہ مذاکرات ثالث کے مقام پر ہی ہوں۔ اصل موضوع پر توجہ مرکوز کر کے یہ سلسلہ آگے بڑھایا جائے۔

تحریر: مولوی عبدالرشید کامران

# چار شہیدوں کا بھائی
# میر اکبر کامران شہید

قال اللہ تعالیٰ: إن اللہ اشتری من المومنین أنفسھم و أموالھم بأن لھم الجنۃ۔ الآیۃ۔ [التوبۃ:۱۱۱]

زندگی میں ہم کئی لوگوں کو خرید وفروخت کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ ہم کئی قسم کے سامان واجناس کو ایک دوسرے کے ہاتھوں فروخت کرتے ہوئے بھی دیکھتے ہیں۔ لیکن ایک سودا ایسا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کرتا ہے۔ یقیناً یہ سب سے اعلیٰ وارفع تجارت ہے۔ جس میں قیمت ادا کرنے والا رب متعال اور قیمت وصول کرنے والا ایک بندہ عاجز وناتواں۔ اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے کہ: میں مومنوں سے ان کی جان ومال جنت کے بدلے خریدنا چاہتا ہوں۔ تاریخ اسلام شہداء سے بھری پڑی ہے۔ قدیم تاریخ نہیں صرف افغانستان نے حال ہی میں روسی اور امریکی جارحیت کے خلاف لاکھوں شہداء کی قربانی دی ہے۔ آج ان شہداء کی فہرست میں سے ایک شہید میر اکبر خان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

میر اکبر خان شہید رحمہ اللہ نے 1955ء میں مرحوم حاجی میر حیدر مجاہد کے ایک دیندار اور مجاہد گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ میر حیدر مجاہد کے پانچویں فرزند تھے۔ مرحوم میر حیدر مجاہد سلیمان خیل قبیلے کی ایک شاخ لنڈیزو کے معروف مجاہد کے طور پر جانے جاتے تھے۔ جنہوں نے صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت میں متعدد جہادی خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ نصراللہ منصور شہید کے مخلص ساتھی اور مشیر تھے۔ روسی جارحیت کے بعد مرحوم میر حیدر مجاہد نے اپنے پورے خاندان سمیت جہاد کا آغاز کیا اور لاکھوں افغان شہریوں کی طرح میر حیدر مجاہد کو بھی پاکستان ہجرت کرنا پڑی۔ اپنے قبیلے اور خاندان کے دیگر شہداء کی قربانیوں کے ساتھ ان کو ایک انفرادی خصوصیت یہ بھی حاصل ہے کہ راہِ جہاد میں ان کے پانچ بیٹے اور ایک بھائی جام شہادت نوش کر گئے ہیں۔

## کردار وشخصیت:

میر اکبر شہید درمیانے قد، گندمی نورانی چہرے، بڑی مونچھوں، لمبی ڈاڑھی اور چست وتوانا جسم کے مالک تھے۔ شہید میر اکبر انتہائی متواضع، خوش مزاج، نرم دل، عزم مصمم اور مضبوط قوت ارادی رکھنے والے شخص تھے۔ جب بھی مجلس میں بیٹھتے تو مجلس کے آداب بجالاتے۔ ان کی عادت تھی کہ بات بہت کم کرتے تھے۔ گھر ہو یا جہادی محاذ، ایک عام شخص کی طرح رہتے، قناعت اور صبر کی یہ حالت تھی کہ صرف پانی اور روٹی پر بھی گزارہ کر لیتے۔ ہمیشہ دوسروں کو خود پر ترجیح دیتے تھے۔ دوسروں کا خیال رکھتے۔ بزرگوں کے ساتھ بزرگ، نوجوانوں کے ساتھ نوجوان جبکہ بچوں کے ساتھ بچے جیسا برتاو کرتے۔ مختصر یہ کہ ان کی شخصیت مختلف اوصاف اور عادات کا ایسا نمونہ تھی جس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔

## تعلیم وتعلم:

شہید کامران نے نے ابتدائی دینی علوم اپنے والد صاحب سے حاصل کیے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے پناہ ذہانت سے نوازا تھا۔ جب نور محمد ترہ کئی کی حکومت کے خلاف اس وقت کے علماء نے جہاد کا فتوا دیا تو ان کے والد میر حیدر مجاہد نے بھی اس کی حکومت کے خلاف جہاد کا آغاز کیا۔ آپ اپنے 7 بیٹوں سمیت جہاد میں شریک ہوتے، جس کی وجہ سے گھر کے تمام امور پورا کرنے سے رہ جاتے۔ شہید میر اکبر کامران بھی اسی وقت جہادی قافلے میں شامل ہوئے جس کے باعث وہ اپنی دینی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔

**کیمونسٹ رجیم کے خلاف جہاد:**

کامران شہید کا شمار ان مجاہدین میں ہوتا ہے جنہوں نے کیمونسٹ رجیم کے خلاف سب سے پہلے جہاد کا آغاز کیا۔ اس وقت مجاہدین کو جن تکالیف کا سامنا تھا وہ تاریخ سے چھپی نہیں ہے۔ مجاہدین کی جان ومال سمیت ان کے بیوی بچوں کی زندگیاں بھی خطرے میں تھیں۔ کامران شہید نے اپنے والد کے ساتھ افغانستان کے مشہور جہادی رہنما مولوی نصراللہ منصور کے جہادی محاذ میں شامل ہو کر جہاد کا آغاز کیا۔ بہت کم عرصے میں بے پناہ شجاعت، ہمت اور مضبوط عزم کی وجہ سے نصراللہ منصور کی توجہ ان کی طرف مبذول ہوگئی اور پھر انہیں محاذ میں ایک کمانڈر کی حیثیت دے دی گئی۔ 1981ء میں ایران کے دارالحکومت تہران میں افغان مسئلے پر ہونے والی دوسری سالانہ کانفرنس میں دوسرے مجاہدین رہنماوں کے ساتھ کامران شہید بھی سیف اللہ منصور شہید کے ہمراہ شریک ہوئے۔

جنگ کے میدان میں تمام ساتھیوں سے آگے کمربستہ نظر آتے۔ جب بھی کیمونسٹوں کے فوجی قافلوں پر کارروائی کا موقع ہوتا یا ان کے کسی مرکز کو مجاہدین نے محاصرہ کرنا ہوتا تو کامران شہید صف اول کے مجاہدین میں ہوتے۔ تھا کامران شہید حملے کے دوران اپنے ساتھیوں سمیتکیونسٹ حکومت کے سب سے بڑے اور خونی فوجی قافلے جسے "جہاں پناہ" کا نام دیا گیا، کے محاصرے میں آگئے۔ جس کے بعد انہوں نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے راکٹ لانچر کی مدد سے تین روسی ٹینکوں کے پرخچے اڑادیے، جس کے باعث وہ اپنے ساتھیوں سمیت روسی کیمونسٹوں کے محاصرے سے نکل گئے۔ انہوں نے اپنے جہاد کے آغاز سے لے کر روسی انخلاء تک پورے 11 سال جہاد میں گزار دیے۔

**تحریک طالبان میں کامران شہید کی شمولیت:**

1992ء کے اواخر میں جب روس کے آخری کٹھ پتلی ڈاکٹر نجیب کی حکومت کا تختہ الٹ گیا، دوسرے مخلص مجاہدین کی طرح مرحوم میر حیدر اور کامران شہید نے بھی اسلحہ رکھا۔ کیوں کہ ان کا مقصد ملک سے روسی جارحیت پسندوں کا انخلاء تھا جس میں وہ کامیاب ہوگئے تھے۔ جس کے بعد ملک میں ایسی صورتحال پیدا ہوئی جس کا کسی مجاہد نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ خاص کر قندہار میں ایسے حالات پیش آئے جس سے مجاہدین کی بے پناہ قربانیاں رائیگاں جاتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ ہر طرف طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا، ملک کی تقسیم اور شدید خانہ جنگی کا خطرہ افغانستان کے سر پر منڈلانے لگا، لوگوں کی جان ومال عزت وآبرو دن دیہاڑے نیلام ہونے لگی۔ ان حالات کے دوران 1994ء میں ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کی رہنمائی میں طالبان کی ایک مقدس تحریک کا آغاز ہوا۔ دوسرے مخلص مجاہدین کی طرح مرحوم میر حیدر مجاہد اور ان کے فرزند میر اکبر کامران ملا سیف الرحمن منصور شہید کے ساتھ طالبان تحریک میں شامل ہوئے اور زندگی کی آخری سانس تک اسی تحریک سے وابستہ رہے۔

**طالبان کی حکومت کے دوران خدمات:**

1997 میں شمالی صوبوں میں شمالی اتحاد کے جنگجوؤں کے خلاف صوبہ پروان کے علاقے پل متک میں شدید جنگ جاری تھی۔ شہید کامران اپنے ساتھیوں سمیت اس جنگ میں شریک تھے۔ شمالی اتحاد کے جنگجوؤں کے دھوکے اور غداری کے سبب طالبان کو بھاری نقصانات اٹھانے پڑے۔ اس جنگ میں کامران شہید کے 7 ساتھی شہید جبکہ 6 دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ شہداء میں ان کے بڑے بھائی حاجی ایوب خان بھی شامل تھے جو مرحوم میر حیدر مجاہد کی رحلت کے بعد ان کے جانشین بھی تھے۔ بڑے بھائی کی شہادت کے بعد ذمہ داری شہید کامران کے کندھوں پر پڑی۔ اس جنگ میں شہید کامران بھی سخت محاصرے میں تھے لیکن بعد میں درہ غوربند کی طرف نکلنے میں کامیاب ہوئے اور پھر وہاں سے ایک طیارے کی مدد سے پندرہ روز بعد کابل پہنچ گئے۔

طالبان حکومت کے آخری سال کامران شہید کابل میں راکٹ لانچر سے تربیتی فائرنگ کے دوران اپنے راکٹ کے گولے کے قریب پھٹ جانے سے شدید زخمی ہوئے۔ ان کا چہرہ بہت زیادہ متاثر ہوا۔ جس کے بعد انہیں کابل کے ایک بڑے ہسپتال میں علاج کے لیے داخل کیا گیا، وہاں ان کا علاج ہوا۔ ڈاکٹروں نے زخم بھرنے تک آرام کا مشورہ دیا جس کے بعد آپ گھر تشریف لے گئے۔ وہاں زخم آہستہ آہستہ بھرنے لگے اور صحت بحال ہوئی۔ لیکن قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ اس کے بعد آپ ایک ٹریفک حادثے میں شدید زخمی ہوئے، یہ وہ وقت تھا جب امریکا نے افغانستان حملہ کرلیا تھا اور ملا سیف الرحمٰن منصور شاہی کوٹ میں امریکی جارحیت پسندوں سے مقابلے کے لیے مورچے بنارہے تھے۔ سیف الرحمٰن منصور صاحب نے شہید کامران کو اپنے ارادے سے آگاہ کیا کہ ہم امریکی جارحیت پسندوں کا مقابلہ کرنے کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔ اطلاع ملتے ہی کامران شہید نے زخمی ہونے کے باوجود اپنے مجاہدین ساتھیوں اور علماء کرام کو اکٹھا کیا اور شاہی کوٹ جانے کی تیاری کرنے لگے۔ لیکن عین روانگی کی حالت میں اطلاع ملی کہ شاہی کوٹ کا معرکہ اختتام پذیر

ہو چکا ہے جس کے بعد جانے کا پروگرام منسوخ کر لیا گیا۔

**امریکا کے خلاف جہاد:**

امریکی جارحیت کے آغاز کے دنوں میں بہت سے متزلزل عقیدے کے افراد موجود تھے جن کا موقف یہ تھا کہ امریکا کے ساتھ مقابلہ ناممکن ہے۔ اس لیے جان بچانے کے لیے کرزئی کی گود میں پناہ لینے لگے۔ لیکن بہت سے ایسے مجاہدین جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد " وتلک الایام ندوالھا بین الناس " پر پختہ عقیدہ اور ایمان رکھتے تھے۔ انہوں نے امریکی اور کٹھ پتلی حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے گریز کیا۔

کامران شہید کے ایک پرانے مجاہد ساتھی کا یہ ارادہ تھا کہ شہید کامران کو ساتھ لے خود کو کرزئی حکومت کے حوالے کریں، تاکہ مستقبل میں انہیں کچھ نہ کہا جائے اور ان کی جانوں کو خطرات لاحق نہ ہوں۔ جب شہید کامران کے سامنے اس نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو شہید کامران نے جواب دیا: کرزئی اوارے کے سامنے سرنڈر ہونے کا مطلب ہے کہ گزشتہ تیس سال سے ہم نے جو قربانیاں دی ہیں وہ اللہ کے لیے نہیں تھیں، اور ہم نے جن شہداء کی قربانیاں دی ہیں یا جو جہاد ہم نے کیا ہے وہ سارا رائیگاں اور عبث تھا۔ اس طرح غلامی کی زندگی گزارنے کے لیے ہم نے قربانیاں نہیں دیں۔

امریکی جارحیت کے بعد شہید کامران دشمن کے خلاف گوریلا کارروائیاں شروع کرنے کے لیے جہادی رہنماؤں کے حکم کے منتظر تھے۔ جب غیر ملکی جارحیت پسندوں کے خلاف مجاہدین کی کارروائیاں شروع ہوئیں اور یہ کارروائیاں آئے

**شہید کامران کے ایک چچا ملنگ جان اور ایک بھائی روزی خان روسی جارحیت کے دوران کمیونسٹ رجیم کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے ہیں۔ ان کے بڑے بھائی حاجی ایوب خان 1997ء میں طالبان حکومت کے دورمیں دشمنوں کے خلاف جہاد میں صوبہ پروان میں شہید ہوئے۔ ان کے دو اور بھائی ظریف حقانی اور محمد کبیر، کامران کی شہادت کے ڈیڑھ مہینے بعد 22 ستمبر 2011ء کوضلع زرمت گاوں سیکان میں امریکی چھاپے میں شہید ہوئے۔**

روز بڑھتی رہیں تو شہید کامران بھی اسی دن سے کفار کے خلاف جہاد کے میدان میں کود پڑے۔ 2011ء تک پکتیا کے ضلع زرمت کی سرزمین امریکی جارحیت پسندوں کے لیے قتل گاہ بنی رہی۔ انہوں نے اگر ایک طرف کفار اور ان کے کٹھ پتلیوں پر زمین تنگ کی تھی تو دوسری طرف عوام میں بے پناہ مقبولیت حاصل کر چکے تھے اور ہر شخص کے دل میں جگہ بنالی تھی۔ ان کی شخصیت لوگوں کو اپنی جانوں سے زیادہ محبوب تھی۔

2010ء میں جب امریکی جارحیت پسندوں کو شدید جانی نقصانات اٹھانے پڑے۔ زرمت میں بھی ان کے سینکڑوں ٹینک بارودی سرنگوں اور مجاہدین کے حملوں میں تباہ ہوئے۔ اسی طرح 2011ء میں جب شہید کامران امارت اسلامیہ کی تشکیلات میں ضلع زرمت کے جہادی مسئول کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اس سال بھی امریکیوں کو شدید نقصانات اٹھانے پڑے۔ اس وقت ضلع زرمت میں دشمن کا سب سے بڑا ہدف کامران شہید تھے اور دشمن ان کے تعاقب میں تھا۔ کئی بار ان کے ٹھکانوں کی جاسوسی کی گئی جس کے بعد ان پر بڑے چھاپے پڑے لیکن تمام چھاپوں سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو جاتے۔

**شہادت کی تمنا:**

کامران نے جیسے ہی ہوش سنبھالا تو انہوں نے جہاد کی راہ لی۔ پوری جوانی راہ جہاد میں گزاری۔ جہاد کی سختیاں اور تکالیف برداشت

کیے، ان کے ساتھی ایک ایک کر کے شہید ہوتے رہے اس لیے یہ طبعی امر ہے کہ انہیں بھی شہادت کی تمنا دوسرے لوگوں سے کہیں زیادہ تھی۔ آپ ہمیشہ یہ کہتے کہ زندگی غیرت اور موت شہادت کے ساتھ ہی اچھی لگتی ہے۔ اپنی ڈائری میں یہ شعر کئی جگہ لکھا ہوا نظر آتا ہے:

**پروت په سرو وینو لت پت په پت کې ښه یم**

**نه د سرو زرو په تخت باندې بې پته**

ترجمہ: مجھے خون میں لت پت ہو کر موت پسند ہے نہ کہ سونے کے تخت پر۔

وہ ہمیشہ کہتے کہ جہاد ہماری آرزو اور شہادت ہماری دل کی خواہش ہے ۔ ہم چاہتے ہیں کہ اپنی جان، مال اور اولاد کو اللہ کی راہ میں قربان کریں۔ شہادت سے صرف دو دن قبل گڑگڑاتے ہوئے اللہ سے شہادت کی دعا مانگ رہے تھے۔ جو بالآخر قبول ہوئی۔

**شہادت:**

8 رمضان المبارک 1432ھ بمطابق 8 اگست 2011ء شہید کامران اپنے پانچ ساتھیوں سمیت ضلع زرمت کے گاوں سلیمانزد کے ایک گھر رات گزارنے کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے جہاں رات کے آخری حصے میں امریکیوں نے ان پر چھاپہ مارا، حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے کامران اور ان کے ساتھیوں نے گھر سے نکل کر سامنے ایک پہاڑی پر پوزیشن سنبھالنے اور مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب وہ پہاڑ پر پہنچ گئے تو پتہ چلا کہ پورا علاقہ امریکی پیادہ فوجیوں کے محاصرے میں ہے اس لیے انہوں نے فورا ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں پوزیشنیں سنبھال لیں۔ اتنے میں ایک امریکی چینوک ہیلی کاپٹر پہاڑ کی چوٹی پر فوجیوں کو اتارنے کے لیے قریب آیا جسے شہید کامران نے پہلی فرصت میں ہی راکٹ لانچر سے نشانہ بنایا۔ راکٹ لگتے ہی ہیلی کاپٹر نے اڑان بھری لیکن شہید کامران کے راکٹ لانچر کا وار برداشت نہ کر سکا اور تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد زرمت کے علاقے سہاکو میں کلی موسی میں ایک پرانے قلعے کے اندر گر کر تباہ ہوا اور اس میں سوار درجنوں امریکی موقع پر ہی ہلاک ہوئے۔ بعد میں طیارے کا ڈھانچہ ایک اور امریکی ہیلی کاپٹر کے ذریعے علاقے سے منتقل کیا گیا۔

اس کے بعد شہید کامران اور ان کے ساتھیوں نے ان پیادہ امریکی فوجیوں پر گولیوں کی بارش شروع کی جو ان کی زندہ گرفتاری کے مشن پر پیادہ پہاڑ کی طرف آ رہے تھے۔ چونکہ امریکی ان کے بہت قریب پہنچ چکے تھے اس لیے متعدد امریکی فوجی کامران شہید اور ان کے ساتھیوں کے ہاتھوں واصل جہنم ہوئے۔ علاقے کے عینی شاہدین نے بتایا کہ صبح تک اپنے ہلاک اور زخمی ہونے والے فوجیوں کی منتقلی کے لیے امریکی طیاروں کی کئی پروازیں دیکھی گئیں۔ ان کی گرفتاری سے مایوس اور بھاری نقصانات اٹھانے کے بعد امریکیوں نے اپنا آخری حربہ فضائی بمباری کی صورت میں استعمال کیا اور پہاڑ پر شدید بمباری شروع کی۔ فضائی بمباری کے نتیجے میں کامران اپنے ساتھیوں سمیت طویل معرکہ لڑنے کے بعد جام شہادت نوش کر گئے۔

**نحسبهم كذلك، والله حسيبهم**

یاد رہے کہ شہید کامران کے ایک چچا ملنگ جان اور ایک بھائی روزی خان روسی جارحیت کے دوران کمیونسٹ رجیم کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے ہیں۔ ان کے بڑے بھائی حاجی ایوب خان 1997ء میں طالبان حکومت کے دور میں دشمنوں کے خلاف جہاد میں صوبہ پروان میں شہید ہوئے۔ ان کے دو اور بھائی ظریف حقانی اور محمد کبیر، کامران کی شہادت کے ڈیڑھ مہینے بعد 22 ستمبر 2011ء کو ضلع زرمت گاوں سیکان میں امریکی چھاپے میں شہید ہوئے۔

**نعرض للسیوف اذا التقینا**

**وجوها لا تعرض للطام**

(ہم دشمن کا سامنا جب کرتے ہیں تو تلواروں کے آگے وہ چہرے کرتے ہیں جس نے تھپڑ بھی نہیں کھائے ہوتے)

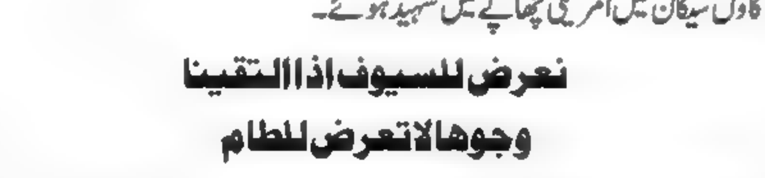

★★★

# 2020ء میں شہری نقصانات کے حوالے سے کمیشن برائے سدباب شہری نقصانات کی سالانہ رپورٹ

جنوری 2020ء سے لیکر 16 دسمبر تک 34 صوبوں میں مجموعی طور پر سویلین نقصانات کے 1834 واقعات درج ہوچکے ہیں۔ ان میں سے 165 امریکا اور نیٹو افواج کے فضائی حملوں اور چھاپوں میں پیش آئے ہیں، اسی طرح مذکورہ مجموعہ میں سے 1307 واقعات کابل انتظامیہ کی افواج کی جانب سے پیش آئے ہیں۔اس کے علاوہ 362 دیگر واقعات نامعلوم افراد اور باہمی رنجشوں کی وجہ سے ہوئے ہیں۔اسی طرح 2020ء کے دوران امریکا، نیٹو اور کابل انتظامیہ کی افواج نے 424 عام افغانوں کو کسی دلیل کے بغیر حراست میں لیا۔

درج بالا مجموعہ میں ہمارے 3703 نہتے ہموطن قتل وزخمی ہوئے، جن میں سے 1787 شہید جب کہ 1916 زخمی ہوئے ہیں۔امریکا اور نیٹو کی جانب سے 219 شہری شہید ہوئے ہیں، ان میں سے 197 مرد، 71 خواتین اور 61 بچے ہیں۔ نیز امریکی اور نیٹو افواج کے حملوں میں 332 شہری زخمی، جن میں 207 مرد، 68 خواتین اور 58 بچے شامل ہیں۔اس کے ساتھ امریکی اور نیٹو افواج نے 260 ہموطنوں کو گرفتار کیا ہے۔ گذشتہ سال کے دوران کابل انتظامیہ کی پولیس وغیرہ کی جانب سے 872 افغان شہری شہید ہوئے، جن میں 541 مرد، 133 خواتین اور 198 بچے شامل ہیں۔

اسی طرح 2020ء کے دوران کابل انتظامیہ کی سیکورٹی فورسز کی جانب سے 1218 ہموطن زخمی ہوئے ہیں، جن میں 691 مرد، 217 خواتین اور 310 بچے شامل ہیں، اس کے علاوہ 164 افغانوں کو کسی جرم اور دلیل کے بغیر حراست میں لیا گیا ہے۔

گذشتہ سال کے دوران ملک میں 596 افغان شہری نامعلوم افراد اور یا باہمی جنگوں کی وجہ سے شہید ہوئے ہیں، جن میں سے 433 مرد، 104 خواتین اور 59 بچے ہیں۔اسی طرح گذشتہ سال کے دوران 366 شہری نامعلوم افراد اور باہمی جنگوں میں زخمی ہوئے ہیں، جن میں 299 مرد، 28 خواتین اور 39 بچے شامل ہیں۔ متحارب گروہوں کی جانب سے 16 دسمبر 2020ء تک افغان شہریوں کے جانی ومالی نقصانات درج ذیل ہیں۔

تباہ ہونے والے مساجد 44
تباہ شدہ مدارس 45
عام شہریوں کے مکانات 789
تباہ شدہ صحت کے مراکز 15
عام شہریوں کی تباہ شدہ دکانیں 167
شہریوں کی تباہ ہونے والی گاڑیاں 84
شہریوں کی تباہ شدہ موٹر سائیکلیں 57
ہلاک شدہ مال مویشی 645
عوام سے لوٹی ہوئی نقد رقم: 14720000/ایک کروڑ سینتالیس لاکھ بیس ہزار افغانی
کسانوں کے تباہ شدہ سولرز 152 عدد
عوام کے تباہ ہونے والے باغات 35
عوام کی زرعی زمین 120 جریب

گذشتہ سال عام شہریوں کے نقصانات کا خلاصہ:

افغانستان کے 34 صوبوں میں 2020ء سال کے شہری نقصانات کے واقعات کی مجموعی تعداد 1834 ہے۔اس مجموعہ میں سے 165 سانحات امریکی اور نیٹو افواج کی جانب سے پیش آئے ہیں۔ اسی طرح 1307 کابل انتظامیہ کی سیکورٹی فورسز وغیرہ جب کہ 362 واقعات نامعلوم افراد یا باہمی جنگوں کی وجہ سے پیش آچکے ہیں۔ تمام واقعات میں ہمارے 3703 نہتے ہم وطن شہید وزخمی ہوئے ہیں ( 1787 شہید اور 1916 زخمی)

درج بالا اعداد وشمار کی پوری تفصیلات ذیل میں دیے گئے جدول میں دیکھی جاسکتی ہیں۔
الامارہ ویب سائٹ پر رپورٹ ملاحظہ کرنے کے لیے لنک
http://alemarahurdu.net/?p=41381

● ● ●

# اِمارتِ اِسلامیہ افغانستان

## کمیشن برائے سدباب عوامی نقصانات، سمع وشکایات

دو ہزار دس میں عوامی نقصانات کے واقعات کی مفصل رپورٹ، سال کے چوتھائی حصے کی ترتیب کے ساتھ (رپورٹ میں درج معلومات 16 دسمبر تک کے واقعات پر مشتمل ہیں)

| سال ۲۰۱۰ء | عاملین | واقعات | شہداء | | | | زخمی | | | | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] | [illegible] |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | | مرد | بچے | خواتین | مجموعہ | مرد | بچے | خواتین | مجموعہ | | | | | | | | | | | |
| (۱) جنوری، فروری، مارچ | امریکا | ۷۱ | ۸۰ | ۲۱ | ۱۵ | ۱۱۶ | ۶۳ | ۲۱ | ۲۳ | ۱۰۹ | ۱۲۱ | ۲۰ | ۲۹ | ۰ | ۹ | ۵۹ | ۲ | ۱۳ | ۸۶ | ۰ | |
| | کابل انتظامیہ | ۱۰۷ | ۵۶ | ۱۷ | ۲ | ۷۵ | ۳۰ | ۳ | ۵ | ۳۹ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۶ | ۰ | ۰ | ۰ | ۳۸۵۰۰۰۰ | |
| | قدرتی آفات/نامعلوم/آپسی جنگوں میں | ۸۰ | ۳۵ | ۱۰ | ۱۳ | ۵۸ | ۷۰ | ۱۲ | ۱۲ | ۹۴ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| | مجموعہ | ۲۵۸ | ۱۷۱ | ۴۸ | ۳۰ | ۲۴۹ | ۱۶۳ | ۳۷ | ۴۱ | ۲۵۴ | ۱۲۱ | ۲۰ | ۲۹ | ۰ | ۹ | ۶۵ | ۲ | ۱۳ | ۸۶ | ۳۸۵۰۰۰۰ | |
| (۲) اپریل، مئی، جون | امریکا | ۳۰ | ۳۱ | ۱۱ | ۱۸ | ۶۰ | ۵۳ | ۲۳ | ۱۵ | ۹۱ | ۱۰۰ | ۷ | ۳ | ۲ | ۳ | ۶۵ | ۱ | ۳۷ | ۱۸ | ۰ | |
| | کابل انتظامیہ | ۲۵۰ | ۱۱۵ | ۲۱ | ۳۲ | ۱۶۸ | ۱۵۳ | ۴۸ | ۵۳ | ۲۵۴ | ۳۸ | ۳ | ۴ | ۱ | ۱۲ | ۶۵ | ۳ | ۳۰ | ۳ | ۳۰۰۰۰۰۰ | |
| | قدرتی آفات/نامعلوم/آپسی جنگوں میں | ۱۰۳ | ۱۶۳ | ۱۳ | ۲۰ | ۱۹۶ | ۵۲ | ۳ | ۴ | ۵۹ | ۰ | ۲ | ۰ | ۰ | ۰ | ۲۱ | ۰ | ۱۱۰ | ۰ | ۰ | |
| | مجموعہ | ۳۸۳ | ۳۱۹ | ۴۵ | ۸۰ | ۴۲۴ | ۲۵۸ | ۷۴ | ۷۲ | ۴۰۴ | ۱۳۸ | ۱۲ | ۸ | ۷ | ۱۵ | ۱۵۱ | ۴ | ۱۷۷ | ۲۴ | ۳۰۰۰۰۰۰ | |
| (۳) جولائی، اگست، ستمبر | امریکا | ۲۴ | ۲۹ | ۷ | ۸ | ۴۴ | ۴۲ | ۱۳ | ۷ | ۶۲ | ۳۰ | ۱۱ | ۹ | ۹ | ۲ | ۱۷ | ۲ | ۴۵ | ۸ | ۰ | |
| | کابل انتظامیہ | ۳۳۰ | ۱۹۱ | ۴۵ | ۵۱ | ۲۸۷ | ۲۶۸ | ۷۵ | ۸۲ | ۴۲۵ | ۷۱ | ۸ | ۳ | ۲۰ | | ۱۰۴ | ۲ | ۵۰ | ۲۶ | ۳۲۰۰۰۰۰ | |
| | قدرتی آفات/نامعلوم/آپسی جنگوں میں | ۱۰۹ | ۱۸۴ | ۷۹ | ۱۲ | ۲۷۴ | ۱۵۵ | ۱۱ | ۱۵ | ۱۸۱ | ۰ | ۳ | ۰ | ۰ | ۰ | ۳۲۰ | ۰ | ۱۹۳ | ۰ | ۰ | |
| | مجموعہ | ۴۶۳ | ۴۰۴ | ۱۲۸ | ۷۵ | ۵۷۴ | ۴۶۵ | ۹۹ | ۱۰۴ | ۶۶۸ | ۱۰۱ | ۲۲ | ۹ | ۲۹ | ۲ | ۳۳۱ | ۴ | ۲۸۹ | ۳۴ | ۳۲۰۰۰۰۰ | |
| (۴) اکتوبر، نومبر، دسمبر | امریکا | ۳۰ | ۵۰ | ۲۲ | ۲۰ | ۹۲ | ۳۸ | ۱۰ | ۱۲ | ۶۰ | ۹ | ۰ | ۰ | ۲ | | ۲۵ | ۰ | ۰ | ۹ | ۰ | |
| | کابل انتظامیہ | ۶۱۰ | ۲۰۹ | ۵۰ | ۱۰۳ | ۳۶۲ | ۲۳۰ | ۹۰ | ۱۲۰ | ۴۴۰ | ۵۵ | ۲۵ | ۸ | ۹ | ۱۹ | ۱۰۵ | ۱ | ۱۶۵ | ۱۹ | ۳۶۷۰۰۰۰ | |
| | قدرتی آفات/نامعلوم/آپسی جنگوں میں | ۷۳ | ۵۳ | ۵ | ۱۰ | ۶۸ | ۳۲ | ۲ | ۸ | ۴۲ | ۰ | ۵ | ۳ | ۰ | ۰ | ۲ | ۰ | ۰ | ۰ | ۰ | |
| | مجموعہ | ۷۱۳ | ۳۱۲ | ۷۷ | ۱۳۳ | ۵۲۲ | ۳۰۰ | ۱۰۲ | ۱۴۰ | ۵۴۲ | ۶۴ | ۳۰ | ۱۱ | ۱۱ | ۱۹ | ۱۳۲ | ۱ | ۱۶۵ | ۲۵ | ۳۶۷۰۰۰۰ | |
| | مجموعہ | ۱۸۳۳ | ۱۱۷۱ | ۲۹۸ | ۳۱۸ | ۱۷۸۷ | ۱۱۹۷ | ۳۱۲ | ۳۰۷ | ۱۹۱۲ | ۳۲۳ | ۸۳ | ۵۷ | ۴۳ | ۳۵ | ۷۸۹ | ۱۵ | ۶۳۵ | ۱۶۷ | ۱۳۷۲۰۰۰۰ | |

# جید عالم دین شیخ الحدیث والتفسیر

# حضرت مولانا مفتی زرولی خان رحمہ اللہ

# کی رحلت پر امارت اسلامیہ افغانستان کا تعزیتی پیغام

افسوس ناک اطلاع موصول ہوئی ہے کہ پاکستان کے معروف اور جید عالم شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی زرولی خان صاحب دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ امارت اسلامیہ حضرت کے وفات پر گہرے دکھ و غم کا اظہار کرتی ہے۔ اور اس بڑے سانحے پر ان کے خاندان، عزیز اقارب، متعلقین اور ان کے شاگردوں سے تعزیت کرتی ہے۔

مرحوم شیخ صاحب امت مسلمہ کے ایک نامور، غیور، بہادر اور جید عالم اور عظیم سرمایہ تھے۔ آپ کی وفات سے علمی میدان میں ایک خلا پیدا ہوا۔

اللہ تعالٰی حضرت شیخ صاحب کو جنت الفردوس اور ان کے خاندان، دوستوں اور شاگردوں کو اللہ صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔

امارت اسلامیہ افغانستان

2020/12/8ء

۱۴۴۲/۴/۲۳ھق

# اسلامی نظام ایک انسانی ضرورت ہے

استاد لطیف اللہ قمری

رواں دنوں ملکی سطح پر اسلامی نظام کی اصطلاح کثرت سے منظر عام پر آرہی ہے۔ تبصرہ نگار اور تجزیہ کار سنگسار اور ہاتھ پاوں کاٹنے کو ہی اسلامی نظام سمجھتے ہیں۔ بعض تو ان میں اسلامی نظام کی اصطلاح سے اس قدر حساسیت کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ جیسے اسلامی نظام سے گویا ان کی جدی پشتی دشمنی چلی آرہی ہے۔

اسلامی نظام کا مطلب ہے تمام انسانی حقوق کی حفاظت، انسان کو انسانیت کا سب سے بلند ترین مقام لوٹانا، انسان کے بنیادی حقوق، زندگی کے حقوق، مال کی حفاظت کا حق، عقل کو تحفظ دینے کا حق، عزت وآبرو کی حفاظت کا حق، جن میں عالمی معاشرہ ناکام ہوا ہے بلکہ ان حقوق کو پامال کرنے کا مرتکب بھی ہوا ہے۔ اسلامی نظام کی بنیادی ذمہ داری ان حقوق کی حفاظت ہے۔ وہ واحد نظام جو انسان کو انسانیت کے سب سے اعلی درجہ پر پہنچاتا ہے وہ اسلامی نظام ہے۔ اسلامی نظام میں قبل اس کے کہ سنگسار کا نکتہ زیر بحث لایا جائے عزت وآبرو کی حفاظت کی فکر کی جاتی ہے۔ نکاح کو آسان بنانے کی فکر ہوتی ہے۔ انسان کے جنسی مطالبات کی تکمیل کے درست اور مفید راستوں کی تعین کی فکر کی جاتی ہے۔ ساتھ ہی وہ مشکلات ختم کیے جاتے ہیں جو انسان اور اس کے فطرتی مطالبات کے درمیان حائل ہوتے ہیں۔

جب اجتماعی مشکلات حل ہو جائیں اور انسان کے لیے اپنے جائز مطالبات تک رسائی آسان ہو جائے، اس کے باوجود بھی شریر طبیعت جرم کا ارتکاب کرنے پر اتر جائے تو پھر اسلام میں اسے سزا دینے پر غور وخوض ہوتا ہے۔ اسلامی نظام کا مطلب ہے چند اجنبی تاجروں کے پنجہ سے اپنی قوم کو آزادی دلانا۔ چند خود پرست اور ظالم افراد کے استبداد کا خاتمہ کرنا۔ قوم کے درمیان بے انصافیوں اور حکومت اور عوام کے درمیان خلاء کو پاٹنا۔ طبقاتی نظام اور جاہلیت جدیدہ کے خلاف بغاوت۔

اسلامی نظام ایک انسانی ضرورت ہے۔ انسانی مشکلات میں تمام انسانی ایجاد کردہ نظاموں سے اضافہ ہوا ہے۔ کیمونزم سے لے کر جدید جمہوریت اور استبداد تک سارے نظام جنھیں انسان نے ایجاد کیا تھا ان کا مرکزی بلکہ کل فائدہ ایجاد کرنے والوں کے ارد گرد گھومتا تھا۔ انسانیت اس وقت انسانیت کو درپیش مسائل کے حل کی تلاش میں ہے اور اسی تلاش میں حیران وسرگرداں ہے۔ تو اگر واقعی دنیا انسان کو اس کا بنیادی حق دینا چاہتی ہے تو پھر اسلامی نظام کے سامنے سرخم تسلیم کرے اور اسلامی سائبان کے سایہ تلے اپنے مشکلات کا حل تلاش کرے۔ اسلامی نظام عقیدے سے لے کر عبادات تک، معاملات سے لے کر اخلاقیات تک الغرض زندگی کا ایک ایک گوشہ زیر بحث لاتا ہے اور انسانی زندگی کی سیاسی، معاشی، اجتماعی اور خاندانی اصلاح بھی کرتا ہے۔

اسلامی نظام کسی جماعت اور تنظیم کا نعرہ نہیں ہے۔ اسلامی نظام کسی جماعت اور تنظیم کی میراث نہیں ہے۔ اسلامی نظام کسی کی ملکیت نہیں ہے۔ اسلامی نظام سے دشمنی کسی خاص جہت سے دشمنی نہیں ہے۔ انسان مکمل انصاف اسلامی نظام کے بغیر کہیں اور پا نہیں سکتا۔

* * *

# انٹرسیپٹ کی رپورٹ:

# C.I.A کے ڈیتھ سکواڈ کے وحشتوں کی کہانی

تلخیص وترجمہ: عاطف

انٹرسیپٹ ایک آن لائن میڈیا ویب سائٹ ہے جس نے 18 دسمبر 2020ء کو افغانستان میں C.I.A کے افغان ملیشیاء کی وحشتوں کے بارے میں ایک مستند اور تحقیقی رپورٹ نشر کی ہے۔ رپورٹ میں زیادہ تر صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے کلی عمر خیل میں معصوم بچوں کے ایک مدرسے پر دسمبر 2018ء کے ایک وحشیانہ چھاپے کو موضوع بحث بنایا گیا ہے جو C.I.A کے تشکیل کردہ افغان ملیشیاء زیرو۔ ون بریگیڈ [صفر۔یک] کی جانب سے مارا گیا تھا جس کے نتیجے میں 12 کمسن طلباء شہید ہوئے تھے۔

یہ رپورٹ میدان وردگ کے 50 سے زیادہ لوگوں کے انٹرویوز کی بنیاد پر تیار کی گئی ہے۔ ان لوگوں میں 20 افراد وہ ہیں جو ان چھاپوں میں زندہ بچے ہیں جبکہ باقی تیس افراد وہ ہیں جن کے رشتہ دار ان چھاپوں میں شہید یا زخمی ہوئے ہیں۔

رپورٹ مدرسے پر پڑنے والے چھاپے کی رات کے لمحات سے شروع ہوتی ہے۔ رپورٹر اینڈریو کویلٹی لکھتے ہیں کہ: اس رات سب سے پہلے آسمان پر ڈرون طیارے نظر آئے، اس کے بعد ایک بڑے طیارے کی نچلی پرواز نے سب کو چونکا دیا، کچھ لمحوں بعد انگریزی اور پشتو بولنے والے فوجی وردی میں ملبوس افراد محلے کی گلیوں میں پھیل گئے اور کچھ مدرسے کی جانب بڑھنے لگے۔ جہاں 9 سے 18 سال کی عمر کے 20 بچے محو خواب تھے۔

مدرسے کے قریب رہنے والے ایک شخص کا کہنا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے گلی کی طرف کھلنے والی گھر کی کھڑکی سے آگ کا شعلہ دیکھا جس کے بعد ایک بڑا دھماکہ ہوا، ان لوگوں نے مدرسے کے دروازے کو بموں سے اڑایا اور مدرسے کے اندر داخل ہوئے۔ دھماکے سے تمام طلباء خوف کے مارے جاگ اٹھے۔ 12 سالہ بلال جس کے ساتھ کمرے میں 9 اور طلباء بھی تھے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ اتنے میں ایک افغان اہلکار چیختا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور پشتو میں کہا کہ "اٹھ جاو"۔ بندوق کی نوک ہر طالبعلم کے سر پر رکھ کر طلباء کو اٹھایا جاتا اور لائن میں کھڑا کیا جاتا۔ اتنے میں ایک اور اہلکار اندر آیا اور ان بچوں میں سے دو نسبتاً بڑی عمر کے بچوں کو باہر نکال لیا اور دوسرے بچوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ آج کے بعد اگر کسی کو بھی اس مدرسے میں دیکھا تو زندہ نہیں بچے گا۔

کچھ بچے رو رہے تھے اور کچھ بالکل بات نہیں کر سکتے تھے۔ کچھ بچوں نے موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر کلمہ شہادت کا ورد شروع کیا۔ کچھ گھنٹوں کے بعد جب صبح ہوئی اور سورج کی کرنیں مدرسے کے صحن کو روشن کرنے لگیں تو بلال اور دوسرے بچے ابھی تک سہمے ہوئے بیٹھے تھے، کچھ خوف کے مارے لرز رہے تھے۔ مدرسے کے دوسرے کمروں اور تہہ خانے میں 12 بچوں کی خون میں لت پت لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

انٹرسیپٹ کے مطابق یہ 12 بچے ان لوگوں میں سے تھے جو میدان وردگ میں اس سے قبل دس چھاپوں میں شہید ہوئے تھے اور ان چھاپوں کی میڈیا پر کوئی بازگشت سنائی نہیں دی تھی۔

خوف پھیلانے کی مہم:

ماہ دسمبر 2018ء میں افغان آرمی جو زیرو۔ ون بریگیڈ کے نام سے C.I.A کے خصوصی تربیت یافتہ تھے، نے امریکی میرین فوج کے اہلکاروں کے ساتھ عوام میں

خوف پھیلانے کی مہم کا آغاز کیا۔

رپورٹ کے مطابق دس چھاپوں کے دوران کم سے کم 51 شہری شہید ہوئے۔ اکثر چھاپوں میں بچے بھی نشانہ بنے یہاں تک کہ 8 سالہ بچوں کو بھی بڑی بے دردی سے نشانہ بنایا گیا۔ میدان وردگ کے نرخ، چک، سید آباد اور دائی میر داد اضلاع کے باسیوں کا کہنا تھا کہ اس عرصے میں قتل عام، اغوانما گرفتاریاں، لوگوں کے گھروں پر بمباریاں، سکولوں اور طبی مراکز پر حملے بڑھ گئے۔ لوگوں کے مطابق چھاپوں میں زیادہ تر نشانہ بننے والے عام شہری ہوتے تھے۔ بہت کم مرتبہ ایسا ہوا کہ طالبان بھی ان کے چھاپوں میں شہید ہوئے ہوں۔ کیوں کہ طالبان ہمیشہ چھاپہ مار فوجیوں پر جوابی کارروائی کرتے تھے۔ جس سے وہ خوف میں ہوتے تھے اس لیے عام شہری زیادہ نشانہ بنتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود امریکی حکومت اور نہ کٹھ پتلی افغان حکومت نے اس وحشی فورس سے ان جرائم میں کے بارے میں پوچھ گچھ کی ہے۔

اس وحشی ملیشیاء کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ این۔ڈی۔ایس کے تحت کام کرتا ہے۔ 01[زیرو۔ون] بریگیڈ میدان وردگ اور لوگر سمیت ملک کے مرکزی صوبوں میں آپریشن کرتی ہے۔ 02[زیرو۔ٹو] بریگیڈ جس کا مرکز جلال آباد میں ہے ملک کے مشرقی صوبوں کے آپریشنز کی ذمہ دار ہے۔ 03[زیرو۔تھری] بریگیڈ جنوب یعنی قندہار جبکہ 04 [زیرو۔فور] کنڑ اور اس سے ملحقہ صوبوں میں آپریشنز کرتی ہیں۔ جنوب مشرقی صوبوں میں دو اور ملیشیاز "خوست محافظ فورس" اور شاہین فورس بھی کام کر رہی ہیں۔ شاہین فورس 2019ء میں تشکیل دی گئی۔ ان کے نام الگ ہیں لیکن کام مذکورہ بالا تمام ڈیتھ سکواڈز کا ایک ہی ہے۔

ان ملیشیاز کے امریکی مشیران اپنے اصل ناموں کی بجائے اپنے لیے مستعار نام استعمال کرتے ہیں۔ وہ ان افغان ملیشیاز کی تربیت کے ساتھ ان کو اہداف کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ چھاپے سے قبل انہیں معلومات اور ہدایات دیتے ہیں اور چھاپوں میں بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ افغان اور امریکی فوجی رات کو طیاروں میں چھاپے کی جگہ پہنچائے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ چھاپے کے دوران مختلف جنگی طیارے بھی فضاء میں ان کی سیکیورٹی کے لیے محو پرواز ہوتے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق میدان وردگ میں ان ملیشیاز کے چھاپوں کا ہدف عام شہریوں کے گھر تھے۔ مدارس اور مساجد پر چھاپے عام تھے۔ انٹرسیپٹ نے چار مدارس پر چھاپوں کی روداد بیان کی ہے۔ جس میں 33 طلباء شہید ہوئے تھے۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ میدان وردگ کے چھاپوں میں زیرو۔ون فورس کی جانب سے شہید کیے گئے کم عمر طلباء کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فورس نہ صرف یہ کہ اپنے دشمنوں کو نشانہ بناتی ہے بلکہ ان لوگوں کو بھی بے دردی سے تہہ تیغ کرتی ہے جن کا مستقبل میں ان کا دشمن بننے کا امکان ہو۔ انسانی حقوق کی تنظیم کے ایشیاء کی ایک عہدیدار پاٹریشیا گریسمین جو 1990ء سے افغانستان میں تعینات رہی ہیں، نے کہا ہے کہ زیرو۔ون نامی فورسز مدرسے کے طلباء کو شاید اس لیے نشانہ بنا رہے ہیں کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ طالبان مدرسوں کے طلباء کو جلد اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ اس وجہ سے مدرسے کے طلباء ان کو مجرم نظر آتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق 2019ء کے بعد بہت سے وردگ خاندانوں نے اپنے بچوں کو مدرسہ بھیجنا چھوڑ دیا ہے۔ جبکہ کئی خاندان یہاں سے نقل مکانی بھی کر چکے ہیں۔

ان ملیشیاز کے امریکی مشیران اپنے اصل ناموں کی بجائے اپنے لیے مستعار نام استعمال کرتے ہیں۔ وہ ان افغان ملیشیاز کی تربیت کے ساتھ ان کو اہداف کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ چھاپے سے قبل انہیں معلومات اور ہدایات دیتے ہیں اور چھاپوں میں بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں

## مستقل طور پر C.I.A کے ماتحت:

2019ء کے موسم خزاں کے دوران انٹرسیپٹ نے میدان وردگ کے عمر خیل میں واقع مدرسے کی رپورٹ این۔ڈی۔ایس کے مشیر حمد اللہ محب کے ساتھ شئیر کی تو محب نے کہا: سچی بات یہ ہے کہ اس قسم کے واقعات سن کر مجھے دکھ ہوتا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس قسم کے واقعات کی رپورٹ میرے میز تک نہیں پہنچی۔ جس طرح آپ کے علم میں ہے۔ زیرو۔ون فورس C.I.A کے ساتھ مشترکہ آپریشنز میں شریک ہوتی ہے۔ محب کا کہنا تھا کہ حقیقت یہ ہے کہ مجھے پوری طرح علم نہیں کہ یہ دونوں کس طرح آپریشنز کرتے ہیں۔ اس بارے میں ہم نے ان

سے وضاحت طلب کی ہے کہ ان آپریشنز میں کون شریک ہوتے ہیں، کس کی جانب سے تشکیل پاتے ہیں۔ کب یہ ملیشیاء بنائی گئی اور کیوں افغانوں کے کنٹرول میں ہیں؟ محب نے وضاحت دیتے ہوئے کہا تھا کہ ان سوالوں کے جواب کے لیے ایک رپورٹ کے انتظار میں ہیں لیکن معلوم نہیں کہ وہ رپورٹ ابھی تک ان کے پاس پہنچی یا نہیں۔ ستمبر میں محب کے ترجمان نے انٹرسیپٹ سے کہا تھا کہ " معذرت چاہتا ہوں میرے پاس آپ کے سوالوں کے جواب اب بھی نہیں ہیں۔"

گزشتہ سال ایک اور انٹرویو میں حمد اللہ محب نے انٹرسیپٹ کو بتایا تھا کہ " یہ ملیشیاز طالبان کو کمزور کرنے کے لیے حکومتی پالیسی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ کیوں کہ جس طرح ہم ان کے خلاف آپریشنز کرتے ہیں۔ میں اس کا مخالف ہوں ہمیں اپنا رویہ تبدیل کرنا ہوگا۔ ہم مجبور ہیں کہ اس بات پر غور کریں کہ لوگ کیوں ہمارے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہمیں دوسرے راستوں سے ان لوگوں کو جنگ سے نکالنا ہوگا۔"

امریکا اور این۔ڈی۔ایس کے دوسرے عہدیداروں نے اس بارے میں کچھ کہنے سے انکار کیا ہے۔ C.I.A نے چھاپوں کے ایک تفصیلی فہرست اور رپورٹ سے متعلق سوالوں کے جوابات دینے سے انکار کیا ہے۔ اس کے ساتھ افغانستان میں امریکی فوج کے ترجمان نے بھی اس موضوع پر بات چیت سے انکار کیا ہے۔

**چھاپوں کی کثرت ٹرمپ اسٹریٹیجی:**

رپورٹ کے مطابق جنگی جرائم ہونے کے باوجود زیرو۔ون کی جانب سے کیے جانے والے وحشیانہ آپریشنز کی امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ حمایت کرتا رہا۔ 2019ء میں ٹرمپ نے افغان شہریوں کے قتل عام میں ملوث فوجیوں کو معاف کر دیا۔ امریکی فوج پر بارودی سرنگیں استعمال نہ کرنے کی پابندی اٹھالی اور اس کے ساتھ ہی انٹرنیشنل کریمنل کورٹ پر بھی پابندی لگادی کہ وہ افغانستان میں امریکی فوج کے جنگی جرائم کے بارے میں تحقیقات نہیں کر سکتی۔

2017ء میں اپنے دورۂ صدارت کے آغاز کے بعد اپنے سیکوا اور اس وقت کے امریکی وزیر دفاع جیمز میٹس کو حکم دیا کہ انتخابات میں افغانستان سے انخلاء کا وعدہ پورا کرنے کے لیے افغانستان سے فوجی انخلاء کے لیے نئی اسٹریٹجی بنائے۔ افغانستان سے انخلاء کا ٹرمپ کا منصوبہ یہ تھا کہ افغانستان میں اپنے فوجیوں کی تعداد کم کر کے طالبان پر سیاسی دباؤ ڈال کر ان کو مذاکرات کی میز پر آنے پر مجبور کریں گے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ٹرمپ نے امریکی فوج پر وہ پالیسیاں نرم کرلیں جو 2007ء کے بعد شہریوں کے نقصانات کم کرنے کے لیے ان پر لگائی گئی تھیں۔ اس کے ساتھ فوجی کمانڈروں کو مزید اختیارات بھی دیے اور مزید 3 ہزار فوجی افغانستان بھیجے۔

2017ء میں جب مائیک پامپیو سی۔آئی۔اے کے سربراہ تھے تو انہوں نے کہا کہ: سی۔آئی۔اے کو آپریشنز سے تھکنا نہیں چاہیے، انہیں اقدامی کارروائی کرنی ہوگی" پامپیو نے یہ واضح نہیں کیا تھا کہ یہ پالیسی کس کے خلاف استعمال کی جائے گی۔ لیکن کچھ دنوں بعد رپورٹس آئیں کہ سی۔آئی۔اے نے افغانستان میں کارروائیاں بڑھادی ہیں اور اب این۔ڈی۔ایس اور امریکی میرینز کے ساتھ ان ٹارگٹس کو نشانہ بنا رہی ہیں جس کی پہلے انہیں اجازت نہیں تھی۔

ٹرمپ کی پالیسی کا ڈپلومیٹک پہلو اس وقت سامنے آیا جب اس کی صدارت کے ایک سال بعد امریکا نے افغان حکومت کو سائیڈ لائن کرتے ہوئے طالبان سے مذاکرات کا آغاز کیا۔ 2019ء ماہ ستمبر میں افغان مذاکرات کے لیے امریکی خصوصی نمائندے زلمی خلیل زاد نے کہا کہ طالبان کے ساتھ کئی نکات پر اتفاق رائے ہو گیا ہے۔ لیکن ٹرمپ نے 9 ستمبر کو ایک امریکی فوجی کی ہلاکت پر مذاکرات معطل کرنے کا اعلان کیا۔ دوحہ مذاکرات ماہ دسمبر میں دوبارہ شروع ہوئے۔ 29 فروری 2020ء ایک ہفتے کی جنگ بندی کے بعد طالبان اور امریکا کے درمیان معاہدے پر دستخط ہوئے۔ دونوں فریق کو اس بات کا یقین ہے کہ یہ معاہدہ افغانستان میں قیام امن کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

**معاہدے کے بعد C.I.A کے ملیشیاز لاپتہ:**

انٹرسیپٹ کہتا ہے کہ انہوں نے اپنی رپورٹ طالبان اور امریکا کے درمیان ہونے والے مذاکرات کے پہلے مرحلے اور 2020ء کے اوائل میں ترتیب دی ہے۔ زیرو۔ون بریگیڈ کے نائٹ آپریشنز اور اس کے نتیجے میں شہریوں کے جانی نقصانات میں گزشتہ موسم سرما میں ڈرامائی انداز میں کمی آئی اور پھر مارچ اور اپریل تک تقریباً مکمل طور پر ختم ہوئی۔

C.I.A اور نیٹو کے فوجی ترجمانوں نے اس سوال کا جواب دینے سے انکار کیا ہے کہ ان ملیشیاز کے آپریشنز میں کمی دوحہ معاہدے کے بعد کیوں آئی؟

انٹرسیپٹ نے لکھا ہے کہ دوحہ معاہدے کے بعد یہ نام نہاد ملیشیاز بالکل منظر سے غائب ہو گئے ہیں۔ ایک سیکورٹی مبصر نے انٹرسیپٹ کو بتایا کہ اگر مئی میں اس ملیشیاء کی جانب سے ایک آپریشن نہ ہوتا تو ہم یہی سمجھتے کہ ان ملیشیاز کو شاید زمین نگل گئی ہے۔

C.I.A کے عہدیدار اور وہ ملیشیاز جو ان کے مشوروں پر چلتے ہیں ان کے مستقبل کے بارے میں طالبان کے ساتھ امریکی معاہدے میں بحث ہوئی ہے۔ لیکن اس کے بارے میں تفصیلات عام نہیں کی گئی ہیں۔ ذرائع کے مطابق طالبان نے افغانستان میں C.I.A کی موجودگی کم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ موضوع امریکا طالبان معاہدے کے ان ضمیمہ جات میں شامل ہے یا نہیں جس کو صرف طالبان ارکان اور کانگریس کے کچھ ارکان نے دیکھا ہے۔ ٹرمپ حکومت کے کچھ ارکان یہ چاہتے تھے کہ فوجی انخلاء کے بعد افغانستان میں C.I.A کی موجودگی بڑھائی جائے گی جس کی طالبان نے سخت مخالفت کی۔

Watson Institute for International and Public Affairs نامی ایک ادارے نے 2019ء میں اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ امریکی فوجیوں کے انخلا کے باوجود C.I.A اپنے تربیت یافتہ اور ماتحت ملیشاز کی آپریشنز کی سربراہی اپنے ہاتھ میں برقرار رکھیں گے۔ کیوں کہ اگر ان ملیشیاز کو C.I.A کی جانب سے ملنے والی بڑی تنخواہیں بند ہوتی ہیں تو ممکن ہے کہ یہ ملیشیاز ایک خصوصی فوجی دستوں کی شکل میں نظر آئیں جو ملک کے طاقتور افراد کے لیے کام کریں گے۔

2014ء میں کابل اور امریکا کے درمیان ہونے والے سکیورٹی معاہدے کے مطابق "افغان حکومت کی تائید کے بغیر امریکا افغانستان میں کسی آپریشن کا اختیار نہیں رکھتا" لیکن اس کے باوجود یہ ملیشیاز کابل انتظامیہ کے کنٹرول سے باہر کام کرتے ہیں۔ اس معاہدے کے پچاسویں مادے میں ہے کہ "امریکا سے باہر اگر امریکی حکومت کا کردار مخفی رکھنا مقصود ہو تو امریکی حکومت سیاسی، معاشی اور فوجی لحاظ سے غلبہ پانے کے لیے خفیہ آپریشنز کی اجازت رکھتی ہے۔ اور اس کی اجازت صرف امریکی صدر دے سکتا ہے۔

گوسمین نے انٹر سیپٹ کو بتایا" جو امریکی بھی ان ملیشیاز کی رہنمائی کرتا ہے یا ان کے ساتھ شامل ہوتا ہے وہ اسی پچاسویں مادے کے تحت آتا ہے۔

تقریبا مکمل طور پر ختم ہوئی۔

اگرچہ ان قطعات کی تشکیل کا اعلان عام طور پر نہیں کیا گیا لیکن شاید یہ ملیشیاز وہی ہیں جن کی طرف پامپیو نے 2017ء میں اشارہ کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ ملیشیاز ہمارے ساتھ معلومات شریک کرنے، ایک ساتھ آپریشنز کرنے اور ہمارے اہداف تک پہنچنے میں ہماری ہمرکاب ہیں۔

گزشتہ سال C.I.A نے HRW کے اس رپورٹ پر جس میں ان ملیشیاز کے جنگی جرائم سے پردہ اٹھایا گیا تھا ردِ عمل دیتے ہوئے کہا تھا "افغان ملیشیاز کے خلاف ہونے والے دعوے سب نہیں تو اکثر غلط اور جھوٹ پر مبنی ہیں"

آپریشنز کے روک تھام کے دعوے:

گزشتہ سال ستمبر میں ان ملیشیاز کی جانب سے مشرقی صوبوں میں 14 شہریوں کی شہادت کے بعد اشرف غنی سخت دباو کا شکار ہوگئے۔ اس وقت کے این۔ ڈی۔ ایس سربراہ معصوم ستانکزئی نے استعفی دیا اور ٹویٹ کرتے ہوئے لکھا کہ "موجودہ چھاپہ سابقہ چھاپوں پر پابندی اور ان کے طریقہ کار میں تبدیلی کے باوجود ڈالا گیا ہے۔ انہوں نے لکھا تھا کہ سپریم کورٹ اس واقعے کی تحقیق کرے اور مجرمین کو کٹہرے میں لائے۔ سپریم کورٹ کے ایک جج نے کہا کہ: ہماری رپورٹ مکمل ہوگئی ہے اور ہم نے اسے اشرف غنی کو بھیج دیا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا تھا کہ اس پر مزید کام کرنے کے لیے این۔ ڈی۔ ایس کی معاونت کی ضرورت ہے۔ یہ رپورٹ ابھی تک منظر عام پر نہیں لائی گئی اور ابھی تک صدارتی محل کے کسی عہدیدار نے اس بارے میں انٹر سیپٹ کو جواب نہیں دیا۔

ستمبر 2019ء کو محب اللہ محب نے انٹر سیپٹ کو بتایا" جب تک حکومت معاملے کی تہہ تک نہیں پہنچتی تب تک ننگرہار میں مذکورہ ملیشیاء کو آپریشنز سے روک دیا گیا ہے۔ اس جنگجو ملیشیا کے ایک فعال رکن نے انٹر سیپٹ کو بتایا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی ملیشیا قانونی حیثیت اختیار کر جائے گی۔ لیکن ایک دوسرے رکن نے بتایا کہ ان کی

ملیشیا کو بالکل ہی آپریشنز سے نہیں روکا گیا ہے اور نہ ہمارے آپریشنز کرنے کی شرح میں کمی آئی ہے۔

معصوم ستانکزئی استعفی کے بعد کابل کے مذاکراتی ٹیم کے سربراہ مقرر ہوئے۔ انہوں نے انٹر سیپٹ کو انٹرویو دینے کی یقین دہانی کرائی تھی لیکن جب ان بے مہار ملیشیاز کا ذکر چھڑ گیا تو ان کے ترجمان نے انٹر سیپٹ کے فون کال اٹینڈ کرنے بند کر دیے۔ این۔ڈی۔ایس کے دوسرے ترجمانوں کی بھی یہی کہانی تھی۔ وزارت داخلہ اور خارجہ کے وزیروں اور مشیروں نے بھی اس موضوع پر کچھ کہنے سے معذرت کی ہے۔

کابل سے شائع ہونے اخبار افغانستان ٹائمز نے ستمبر کے شمارے میں خبر دی کہ لوگر کے قبائلی عمائدین نے اشرف غنی کے ساتھ ملاقات میں اس صوبے میں چھاپوں کی کمی اور شہریوں کے نقصانات کم کرنے کے لیے نئی پالیسی اختیار کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ جس کی اشرف غنی نے تائید کی تھی۔

این۔ڈی۔ایس کے مشیر حمد اللہ محب نے انٹر سیپٹ کو بتایا کہ "میدان وردگ دہشت گردوں کا گڑھ ہے، اس لیے صفر۔یک کے آپریشنز مکمل طور پر بند نہیں کر سکتے لیکن انہیں احتیاط اور کئی اور تدابیر اختیار کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔

## عام ملیشیاز اور C.I.A کے جنگجو ملیشیاز میں فرق:

انٹر سیپٹ کا کہنا ہے کہ زیرو۔ون اور زیرو۔ٹو ملیشیاز کی طرح ضربتی نام کی ملیشیاز دوسرے افغان جنگجو گروہوں سے مختلف ہیں جو افغان آرمی، پولیس یا این۔ڈی۔ایس کے ماتحت ہوں۔ ان کی بھرتی کا طریقہ، کام کی نوعیت، فوجی تربیت، انٹیلی جنس معلومات حاصل کرنے اور آپریشن کی منصوبہ بندی سب دوسروں سے الگ ہے۔

بھرتی ہونے والے افراد کے ماضی کی کارکردگی جانچنے کے لیے پورے 6 ماہ لگتے ہیں۔ ان ملیشیاز کو دی جانے والی تنخواہ عام افغان فوجی اور پولیس سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس ملیشیا کے جنگجوؤں کو ہر ماہ 600 سے 1800 ڈالرز تک کی تنخواہ دی جاتی ہے۔ یہ تنخواہ بینک کے ذریعے نہیں بلکہ ہر اہلکار کو ہاتھ میں تھمادی جاتی ہے۔ اس لیے افغان انتظامیہ کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی کہ وہ کتنی تنخواہ لیتے ہیں۔ انٹر سیپٹ کو کئی افغان اہلکاروں نے بتایا کہ ہماری فوج کے ایک فرد کی تنخواہ 210 سے 235 ڈالرز تک ہے۔ اور ان کی تنخواہیں ان کے بینک اکاؤنٹس میں جمع ہوتی ہیں۔

جنگجو ملیشیا کی تربیت امریکی فوج کے اعلیٰ عہدیدار کرتے ہیں۔ ان کی تربیت تمام افغان سیکورٹی فورسز سے کئی گنا سخت ہوتی ہے۔ اس ملیشیا کے ارکان کہتے ہیں کہ اگرچہ اطلاعات پہنچانے کے لیے ہماری ملیشیا کے افراد ہی منتخب ہوتے ہیں لیکن اہداف کا تعین اکثر C.I.A کرتی ہے۔

ان ملیشیاز کے آپریشنز کی منصوبہ بندی امریکی اہلکار کرتے ہیں۔ زیرو۔ٹو نامی جنگجو ملیشیا کے ایک رکن نے کہا کہ امریکی ان اہداف کے بارے میں مکمل طور پر معلومات اکھٹی کرتے ہیں۔ ہدف کی تصویر بناتے ہیں اور پھر ان سے منسلک چھاپہ مار جنگجوؤں کے سامنے ان کے "جرائم" بیان کیے جاتے ہیں تاکہ انہیں آپریشن کے لیے ذہنی طور پر بھی تیار کر سکیں۔

ملیشیا کے کچھ موجودہ اور سابقہ ارکان نے کہا ہے کہ امریکی ہمیشہ اپنے افغان جنگجوؤں سے آپریشن کے بارے میں بات چیت کرتے ہیں۔ زیرو۔ٹو کے امریکی سربراہان عوامی لباس میں جلال آباد کے ہوائی اڈے میں امریکی فوج کے ایک خصوصی کیمپ ڈائیر کے بیرکوں سے ان جنگجوؤں کے آپریشن کو کنٹرول کرتے ہیں۔ آپریشن کے لیے جاتے ہوئے یہ امریکی پھر امریکی میرین کی سبز کیموفلاج وردیاں پہنتے ہیں۔ لیکن کچھ افغانستان میں تیار کی گئی وردی بھی پہنتے ہیں۔

زیرو۔ٹو کے ایک موجودہ رکن کا کہنا ہے کہ ہمارے آپریشن کی خبر نہ صوبائی حکومت کو ہوتی ہے اور نہ علاقے میں موجود دیگر سیکورٹی اداروں کو۔ کیوں کہ حکومت میں کچھ لوگوں سے اطلاعات کے افشا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔

2018ء کے اواخر سے لے کر اب تک زیرو۔ون کے تمام اہلکار آپریشن کی جگہ تک امریکی CH-47 چینوک ہیلی کاپٹر میں پہنچائے جاتے۔ ان کے ساتھ ڈرون، جیٹ اور دوسرے جنگی طیارے فضاء میں پرواز کر رہے ہوتے ہیں۔

چھاپوں کے عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ عموماً جہاں چھاپہ پڑتا وہاں امریکی طیارے رات کے دس بجے ان اہلکاروں کو اپنے ہدف کے قریب اتار دیتے۔ اس کے بعد دھماکوں اور فائرنگ کی آوازیں بڑی دیر تک سنائی دیتی تھیں۔ کبھی کبھار ہم ان اہلکاروں کی آوازیں سنتے تھے اور کبھی ان کا نشانہ بننے والے افراد کی چیخیں۔ چینوک صبح کے 4 بجے کے قریب واپس آجاتے اور پیادہ اہلکاروں کو بٹھاکر علاقے سے چلے جاتے۔ طلوع آفتاب کے وقت علاقے کے لوگ گھروں سے نکلتے اور دیکھتے کہ کس کے گھر صف ماتم بچھ گئی ہے۔ اور کتنے لوگ لقمہ اجل بنے ہیں۔

آپریشن کی ذمہ داری C.I.A کے افسران کی ہوتی ہے۔

آپریشن کے دوران فضائی اور زمینی حفاظت کی ذمہ داری ان امریکی فوجیوں کی ہوتی ہے جو امریکی سنٹرل کمانڈ اینڈ کنٹرول ایجنسی کی جانب سے دیے جاتے ہیں۔ ان امریکی فوجیوں کے بارے میں معلومات چھاپہ مار افغان جنگجوؤں کے ساتھ شریک نہیں کی جاتی۔ جب ایک مرتبہ زیرو۔ٹو کے ایک رکن نے پوچھنے کی جسارت کی کہ آپ امریکی فوج کے کس ڈپارٹمنٹ سے ہو تو جواب دیا کہ "ہم افغان حکومت کے لیے کام کرتے ہیں۔"

زیرو۔ٹو کے ایک اور رکن نے انٹرسیپٹ کو بتایا کہ ہماری ملیشیاء کے اطلاعاتی افسروں کو سیٹلائٹ نقشوں اور بہ ظاہر غیر مضر نظر آنے والے ایسے جدید موبائل ایپلی کیشن دیے گئے ہیں جس کی مدد سے وہ ڈیٹا تک آسانی سے رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی ملیشیا کے ایک اور سابق رکن کا کہنا ہے کہ: آپریشن کے دوران ہر 7 سے 10 افغان اہلکاروں کے ساتھ ایک امریکی فوجی ضرور ہوتا ہے۔ ہر امریکی فوجی کے ساتھ ایک افغان ترجمان ہوتا ہے۔ جنگجو ملیشیاء کے ایک اور افسر نے بتایا جب ہم آپریشن کے لیے زمین پر اترتے ہیں تو جس طرح امریکی ہمیں حکم دیتے ہیں ہم وہی کرتے ہیں۔ ہمیں مخالفت کی اجازت اور اختیار نہیں۔ ہم فیصلہ کرنے والے نہیں بلکہ ان فیصلوں پر عمل کرنے والے ہیں جو امریکی بناتے ہیں۔

**عمر خیل چھاپے کے متاثرین:**

15 دسمبر 2018ء ہفتے کی صبح طلوع آفتاب سے قبل درجنوں طلباء نے اپنے مدرسے کی راہ لی جہاں

جمشید اور اسد خان دو میل کا فاصلہ طے کرکے مدرسے پہنچتے۔ یہ سفر عموماً ایک گھنٹے میں طے ہوتا تھا۔ دونوں بھائی چار سال سے عمر خیل گاؤں کے مدرسے میں زیر تعلیم تھے۔ تیرہ سالہ جمشید اب قاری بن چکا تھا۔ جبکہ ان کا سترہ سالہ بھائی درجہ کتب میں زیر تعلیم تھا۔ دونوں بھائی پڑھائی کے بعد مدرسے کے دوسرے بچوں کے ساتھ اکثر اوقات میں کرکٹ کھیلتے تھے۔ دونوں کے جوتے دور تک سفر کرنے کی وجہ سے پھٹ چکے تھے اس لیے اس مرتبہ مدرسہ آنے سے قبل والد صاحب سے کابل سے نئے جوتے لانے کی فرمائش بھی کی تھی۔

...... آج کل اسد خان اور جمشید کا والد محمود مایوسی میں گرا ہوا اور خود کو مجرم قرار دیتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنے بچوں کا انتقام لینے کی فکر میں ہوتا ہے۔ جب ان کے بچوں کی شہادت کا واقعہ ہوا تو اس پورے موسم سرما میں انہوں نے جوتے نہیں پہنے، کیوں کہ ان کے بچے نئے جوتوں کی خواہش قبر میں لے گئے تھے۔

انہوں نے پانچ دن قیام کرنا تھا اور پھر جمعرات کو گھر جاتے تھے۔

جمشید اور اسد خان دو میل کا فاصلہ طے کر کے مدرسے پہنچتے۔ یہ سفر عموماً ایک گھنٹے میں طے ہوتا تھا۔ دونوں بھائی چار سال سے عمر خیل گاؤں کے مدرسے میں زیر تعلیم تھے۔ تیرہ سالہ جمشید اب قاری بن چکا تھا۔ جبکہ ان کا سترہ سالہ بھائی درجہ کتب میں زیر تعلیم تھا۔ دونوں بھائی پڑھائی کے بعد مدرسے کے دوسرے بچوں کے ساتھ اکثر اوقات میں کرکٹ کھیلتے تھے۔ دونوں کے جوتے دور تک سفر کرنے کی وجہ سے پھٹ چکے تھے اس لیے اس مرتبہ مدرسہ آنے سے قبل والد صاحب سے کابل سے نئے جوتے لانے کی فرمائش بھی کی تھی۔ ان کے والد پاکستان سے سامان لاتے ہیں اور کابل میں دکانداروں کو بیچ کر اپنا روزگار کماتے ہیں۔ والد صاحب نے اس مرتبہ دونوں کے لیے نئے جوتے لانے کا وعدہ کیا۔

ضلع نرخ کے دوسرے علاقوں سے بھی طلباء پہنچنے لگے۔ 12 سالہ مالک عرفان اپنی سائیکل پر توکڑک سے آیا، 12 سالہ صافی اپنے چچازاد بھائی جلال کے ساتھ پیرداد سے ایک ٹیکسی میں اپنے بستر سمیت پہنچ گیا، 12 سالہ کامران سلیمان خوڑ سے کھیتوں میں ایک گھنٹہ سفر کرنے کے بعد مدرسے کے دروازے پر پہنچا، ارمان اور رفیع دونوں بھائی 12 سال اور 9 سال مدرسے کے قریبی گلی سے مدرسے پہنچ گئے تھے۔ جس وقت طلباء مدرسے میں

اپنے استاد مولوی صادق کے سامنے بیٹھ گئے اس وقت تک سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ تین دن کے بعد 18 دسمبر منگل کی رات جب قریبی علاقوں کے اساتذہ اور طلباء نے گھروں کی راہ لی اور مدرسے میں صرف 25 سے 30 طلباء رہ گئے۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد 10 بجے کے قریب سب اپنے کمروں اور تہہ خانے میں سو گئے۔

شام 6 بجے مرتضیٰ نامی ایک دکاندار نے مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ڈرون کی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ آج رات چھاپہ پڑنے والا ہے۔ مرتضیٰ مدرسے پر پڑنے والے چھاپے کی رات کو اپنے گھر میں تھا۔

رات کے 3 بج کر 10 منٹ پر محمد غفار، جس کا گھر مدرسے کی سڑک پر بالکل سامنے ہے نے کچھ طیاروں کی آواز سنی جو فضاء میں مسلسل پرواز کر رہے تھے۔ طیارے کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ چھاپے کے لیے پیادہ سپاہیوں کو زمین پر اتار دیا گیا ہے۔ ایک اور عینی شاہد نے کہا کہ طیارے اتنی نچلی پرواز کر رہے تھے جس کی آواز سے میرے گھر کی کھڑکیاں لرز رہی تھیں۔ غفار نے اس کھڑکی سے مدرسے کی طرف جھانکا جو مدرسے کی طرف کھلی ہوئی تھی۔ کچھ لمحے بعد بکتر بند گاڑیوں کا ایک قافلہ گاؤں میں داخل ہوا۔ کچھ لوگ غفار کی کھڑکے کے ساتھ ہی گزر گئے جو انگریزی اور پشتو بول رہے تھے۔ جس سے پتہ چلا کہ چھاپے میں امریکیوں کے ساتھ افغان اہلکار بھی ہیں۔

گاڑیوں کی یہ قطار آہستہ آہستہ آگے بڑھتی رہیں۔ علاقے کا جائزہ لیا اور بعد میں مدرسے کا رخ کیا۔ درجنوں فوجی پیدل مدرسے کی جانب جانے لگے، کچھ لمحے بعد آگ کا شعلہ بلند ہوا اور پھر ایک دھماکے کی آواز سنائی دی۔ یہ اس دھماکے کی آواز تھی جس کے ذریعے امریکی وحشیوں نے مدرسے کا دروازہ بم سے اڑایا تھا۔ غفار کھڑکی سے ہٹ کر کمرے کی جانب بڑھا۔

اس وقت تک محلے میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ لیکن عمر خیل گاؤں کا ہر فرد جاگ چکا تھا۔ ایک پھل فروش سے جب انٹر سیپٹ نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ چھاپے کی رات بہت وحشت پھیل گئی تھی۔ میری دو چھوٹی بہنیں ڈر گئیں۔ ہم بہنوں کو خوف سے نکالنے کی کوشش کرتے رہے، بہنیں کبھی میری گود میں، کبھی میری والدہ کی گود میں اور کبھی میرے والد کے گود میں جاتی تھیں۔ محلے کے تمام لوگ سہمے ہوئے تھے کیوں کہ میدان وردگ میں زیرو۔ون کی جانب سے عام شہریوں کو نشانہ بنانے کے قصے عام تھے۔

مدرسے کے ایک کمرے میں 12 سالہ بلال دوسرے بچوں کی طرح خوفزدہ بیٹھا ہوا تھا۔ دو افغان اہلکار اندر داخل ہوئے اور اس کمرے سے دو بچوں کو جو باقی بچوں سے عمر میں بڑے تھے باہر نکال لیا۔ بلال کا کہنا ہے کہ کمرے کے باہر ہم امریکی فوجیوں کی گفتگو سن رہے تھے۔ وہ باہر کھڑے تھے جبکہ اندر اپنے غلاموں کو بھیج دیا۔

مولوی صادق مدرسے کے ان چار اساتذہ میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے سات سال قبل عمر خیل مدرسے میں قرآن پاک کی تدریس کا آغاز کیا۔ اس وقت طالبان کا اثر ورسوخ اس محلے میں کم تھا لیکن دو سال بعد یہ گاؤں مکمل طور پر طالبان کے کنٹرول میں آگیا۔

مولوی صادق اور ان کا خاندان بھی اس رات سو نہیں سکے۔ ان کا گھر مدرسے سے تقریباً آدھے میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان کے والد نے انہیں ہدایت کی تھی کہ باہر نہیں جانا وہ تمہیں بھی قتل کر دیں گے۔

مولوی صادق کہتے ہیں: طلوع آفتاب سے قبل تمام آوازیں خاموش ہو گئیں، صبح کی نماز کے بعد روشنی پھیلنے کے بعد میں اپنے بھائیوں سمیت گھر سے نکلا اور مدرسے کی راہ لی کیوں کہ پورے محلے میں خبر پھیل گئی تھی کہ مدرسے پر چھاپہ پڑا ہے۔

مولوی صادق کے مطابق: جب میں نے مدرسے کے طلباء کی دردناک حالت دیکھی تو میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ "صادق جب اس لمحے کے بارے میں بات کر رہا تھا تو اس نے اپنے چہرے کو ہاتھوں سے چھپایا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا" کہنے لگے جب بھی وہ حالت میرے تصور میں آتی ہے تو بے قرار ہو جاتا ہوں۔

مدرسے کے پچاس سالہ ہمسایہ عبداللہ بھی اپنے گھر میں موجود تھے۔ کہتے ہیں "کہ سب سے پہلے جب ہم نے مدرسے کے دروازے کھولے تو زندہ بچ جانے والے بچے خوف کے مارے چل نہیں سکتے تھے، بول نہیں سکتے۔ صرف ہمیں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

لوگوں نے بچوں کو باہر نکالنے کی کوشش کی تاکہ بچے وحشت کا وہ منظر نہ دیکھے جہاں

دوسرے کمروں میں ان کے ساتھی خون میں لت پت پڑے تھے۔ایک 8 سالہ بچے نے روتے ہوئے کہا کہ "وہ واپس آکر ہمیں بھی قتل کردیں گے" اس کے بعد زندہ بچ جانے والے بچوں کو گھروں تک پہنچانے کے لیے گاڑیوں کا بندوبست کیا گیا۔

جب دو 7 اور 8 سالہ بچے گھر پہنچے تو ان کے بڑے بھائی زین اللہ نے ان کے چہروں پر خوف اور گھبراہٹ کے آثار دیکھے۔ وہ کہتے ہیں کہ "میرے بھائی دو تین دن تک بالکل بات نہیں کرسکتے تھے، جب بات کرنے لگے تو بتایا کہ امریکی اور افغان اہلکاروں نے کمروں سے بڑی عمر کے طلباء کو باہر نکالا، دیوار کے ساتھ کھڑا کرکے ہمارے سامنے انہیں گولیاں ماریں" دونوں بھائیوں نے کہا کہ انہیں صرف اس وجہ سے چھوڑدیا گیا کیوں کہ وہ بچے تھے۔ رش بڑھنے سے پہلے ایک ایک کرکے لاشیں مدرسے سے نکال کرلے جائی جاچکی تھیں۔ اسد خان اور جمشید خان جن کے ساتھ ان کے والد نے نئے جوتے لانے کا وعدہ کیا تھا بھی شہداء میں شامل تھے۔

ان کے والد محمود اس وقت کابل میں تھے، جب بچوں کی والدہ نے فون کیا تو صرف یہ بتایا کہ وہ جلدی سے گھر پہنچ جائے۔ واقعے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ کابل سے نکلنے کے بعد محمود ایک بازار میں رکا اور وعدے کے مطابق اپنے بچوں کے لیے دو جوڑے نئے جوتے بھی خریدے۔ دوپہر کو گھر پہنچے تو بچوں کی لاشیں گھر پہنچے ابھی کچھ دیر ہی ہوئی تھی۔ بچوں کی لاشیں دیکھنے کا منظر بیان کرتے ہوئے محمود نے کہا" اللہ ان سب کو تباہ کرے"۔ تمام شہداء کو غسل دیے بغیر دفنا دیا گیا۔

مدرسے میں شہید ہونے والے طلباء میں سے ایک کے بھائی نے امریکا سے انتقام لینے کا عہد کیا۔ اس نے انٹر سیپٹ کو بتایا" ہم تو ان کے ملک میں نہیں ہیں، وہ ہمارے ملک میں ہم پر ہی حملہ آور ہیں۔ میں اپنے بھائی سمیت تمام شہید طلباء کا انتقام امریکا سے ضرور لوں گا۔ جب ان بچوں کے استاد مولوی صادق مدرسہ میں دوبارہ ہوش میں آئے تو اپنے آپکو گھر میں پایا۔ ان کی دماغی حالت اتنی خراب تھی کہ ان کے والد نے انہیں بچوں کے نماز جنازہ میں شرکت کی اجازت نہیں دی۔

مولوی صادق دوسرے دن مدرسے گیا تو دیکھا کہ ہر طرف بچوں کے جوتے اور کتابیں بکھری پڑی ہیں، مدرسے کے صحن اور تہہ خانے کی دیواروں پر گولیوں کے نشان تھے۔ جب کہ ہر طرف خون بکھرا ہوا تھا۔

جب مولوی صادق سے پوچھا گیا کہ کیا ان بچوں کا طالبان کے ساتھ کوئی تعلق تھا تو مولوی صادق نے جواب دیا کہ "نہیں ایسی کوئی بات نہیں، وہ معصوم بچے تھے میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں"۔ صادق نے چھاپے کے بعد مدرسے میں تدریس نہیں کی۔

آج کل اسد خان اور جمشید کا والد محمود مایوسی میں گرا ہوا اور خود کو مجرم قرار دیتا ہے۔ وہ ہر وقت اپنے بچوں کا انتقام لینے کی فکر میں ہوتا ہے۔ جب ان کے بچوں کی شہادت کا واقعہ ہوا تو اس پورے موسم سرما میں انہوں نے جوتے نہیں پہنے، کیوں کہ ان کے بچے نئے جوتوں کی خواہش قبر میں لے گئے تھے۔ وہ انہیں سوچوں میں گم صم بیٹھا رہتا ہے۔ ایک دن گھر کے ساتھ والی ندی میں پانی کا بہاو تھوڑا زیادہ ہوا تو وہ دیکھتا رہا، پانی کا رخ بدلنے کے کی ان میں قوت نہیں تھی یہاں تک کہ پانی نے ان کے گھر کی دیوار گرادی۔

اب جب محمود کہیں بھی افغان سیکورٹی اہلکاروں کو دیکھتا ہے تو اسلحہ لے کر ان پر حملہ کرتا ہے۔ کئی مرتبہ اس وجہ سے انہیں زدوکوب بھی کیا گیا۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے غصے کا زیادہ تر حصہ امریکیوں کے لیے محفوظ کررکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر میں 3 یا 4 امریکیوں کو موت کے گھاٹ اتار دوں تو میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوگا۔

محمود کی اہلیہ مالکہ بی بی اپنے بچوں کی شہادت کے بعد ہر جمعرات کی شام اپنے بچوں کی وہ پگڑی جو وہ مدرسہ جانے کے لیے پہنتے تھے اٹھا کر تکیوں پر پھیلا دیتی ہے اور کہتی ہے کہ ابھی میرے بچے گھر آئیں گے "ہر صبح اور شام کو وہ جوتے صاف کرتی ہے جو ان کے والد بچوں کے لیے کابل سے لائے تھے۔

***

# ہفتہ وار

# پریس بریفنگ

## اسلامی نظام کوئی مبہم یا مجمل مفہوم نہیں ہے

2020-12-27

ہفتہ وار تبصرہ

افغانستان اس وقت خاص حالت سے گزر رہا ہے۔ امریکا کیساتھ طے شدہ معاہدے کی بنیاد پر بیرونی افواج کا انخلا جاری ہے۔ ہماری قوم منتظر ہے کہ جارحیت کے خاتمہ کے بعد افغانستان میں ایک شرعی اسلامی نظام کے نفاذ سے افغان مؤمن قوم کی دیرینہ خواہش پوری ہوگی۔ اسلامی نظام جیسا کہ الہی حکم ہے اور مسلمانوں پر اس کا قیام لازم ہے، اسی طرح ہماری قوم کا متفقہ مطالبہ بھی ہے۔ یہاں تک دوحہ میں امریکا کیساتھ طے شدہ معاہدے کے متن میں یہی بات درج کی جاچکی ہے کہ جارحیت کے بعد افغانستان میں اسلامی حکومت ہوگی۔ اسی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ افغانستان میں اسلامی نظام کا نفاذ ایک ایسی حقیقت ہے، جسے مذہبی، عوامی ہر طرح کی ہمہ جہت حمایت اور پشت پناہی حاصل ہے۔

اگر ایک طرف ہماری مؤمن قوم اسلامی نظام کے نفاذ کے لمحات گن رہی ہے، تو دوسری جانب اسلامی نظام کے مخالف مختلف طریقوں سے کوششیں کررہے ہیں کہ اس موضوع کے بارے میں عوام کو شکوک وشبہات میں مبتلا کریں اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ حالیہ دنوں کابل میں میڈیا نے اس بات کو ہوا دی ہے کہ اسلامی نظام ایک مجمل اور مبہم مفہوم ہے، جس کی وضاحت اور تفصیل موجود نہیں ہے، اسی لیے مشکل ہے کہ موجودہ وقت میں یہ نظام نافذ ہوجائے۔

اسلامی نظام کی مخالفت کرنے والوں کو یاد دلانا چاہتے ہیں، کہ اللہ تعالی نے اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر زمین پر بھیجا ہے، جو قیامت تک ہر زمان اور مکان میں انسانوں کے تمام مسائل اور مشکلات کو حل کرسکتا ہے۔ یہاں تک کہ زندگی کے بہت چھوٹے اور معمولی پہلوؤں کے لیے اسلام کے واضح اصول موجود ہیں۔ انسانی زندگی کے اہم ترین امور میں سے سمجھے جانے والے سیاسی نظام کے حوالے سے اسلام کے اظہر من الشمس اصول وقوانین ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے زمین پر الہی ہدایات کے مطابق اسلامی حکومت کا قیام ذمہ دار انسانوں کا حقیقی فریضہ ہے۔ ہماری اسلامی تاریخ میں بھی اسلامی نظام کے نفاذ کی مثالیں موجود ہیں، علوم دینیہ نے اس بارے میں پوری وضاحت دی ہے، لہذا اس مسئلے میں کوئی ابہام موجود نہیں ہے۔

وہ لوگ جن کا کہنا ہے کہ اسلامی نظام موجودہ زمانے میں قابل نفاذ نہیں ہے، وہ دراصل اسلام کی ماہیت وحقیقت سے ناواقف اور لاعلم ہیں۔ اسلام وہ دین اور دستور ہے، جو قیامت کے دن تک انسانی زندگی کا رہنما ہے اور اس کے بعد کوئی دوسرا دین نہیں آئے گا۔

دوسرا یہ کہ ہے دو دہائی قبل امارت اسلامیہ نے اسلامی نظام کے نفاذ کا عملی طور پر مظاہرہ کیا، کہ اسلامی نظام موجودہ عصر میں بھی قابل نفاذ ہے۔امارت اسلامیہ جسے اسلامی نظام کے نفاذ کا تجربہ ہے،اسے یقین ہے کہ افغان مسئلہ کا بنیادی حل اس ملک میں حقیقی اسلامی نظام کا نفاذ ہے۔ ہماری مؤمن قوم نے اس نظام کے نفاذ کے لیے بہت قربانیاں پیش کی ہیں،اس کے علاوہ کسی دوسرے نظام پر انہیں اعتماد نہیں ہے۔ فلہذا تمام ملکی اور غیر ملکی اداروں کو افغان قوم کے اس مشترکہ آرزو اور مطالبے کے سامنے سر تسلیم خم کرلینا چاہیے اور غیر ضروری بہانے اور رکاوٹیں ڈالنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

●●●

# امارت اسلامیہ کی متحرک سفارت کاری

2020-12-19

ہفتہ وار تبصرہ

جس طرح امارت اسلامیہ گذشتہ دو دہائیوں سے بیرونی جارحیت کے خلاف ایک مزاحم، پائیدار اور ناقابل شکست فوجی طاقت ثابت ہوئی،اسی طرح سیاسی تعامل اور سفارت کاری کے میدان میں بھی اس نے ہمیشہ اپنا لوہا منوایا ہے۔

مملکت قطر میں امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندے تقریبا روزانہ مختلف ممالک، جماعتوں اور سماجی نمائندوں اور اسی طرح ملک، خطے اور دنیا کے ممتاز اشخاص سے تبادلہ خیال اور ملاقاتیں کرتے رہتے ہیں۔حالانکہ بین الافغان مذاکرات کا مفاہمتی عمل جاری ہے، مگر اس عمل نے امارت اسلامیہ کے داخلی اور خارجی سیاسی تعامل اور متحرک سفارت کاری پر کوئی اثر نہیں ڈالا ہے، بلکہ یہ سلسلہ ماضی کی طرح جاری ہے۔

دنیا کے مختلف ممالک کے دوروں کے علاوہ امارت اسلامیہ کے نمائندوں نے ہمارے پڑوسی ممالک مثلا ازبکستان، چین اور ایران کے بھی مختلف اوقات میں دورے کیے۔اسی سلسلے میں امارت اسلامیہ کے نائب زعیم اور سیاسی دفتر کے سربراہ جناب ملا عبدالغنی برادر اخوند کی قیادت میں اعلی وفد نے چندروز قبل پاکستان کا دورہ کیا۔ پاکستان کے وزیر اعظم عمران خان، وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی اور دوسرے سیاسی حکام سے ملاقاتیں کیں۔

پاکستان، افغانستان کا اہم ہمسایہ ملک ہے، دونوں ملکوں کے عوام کی ثقافت اور رواج مشترک ہیں۔ پاکستان میں لاکھوں افغان مہاجرین مقیم ہیں۔اسی طرح کثیر تعداد میں افغان شہری وہاں روزگار اور تعلیم کے لیے بھی جاتے ہیں۔امارت اسلامیہ ملک کے وسیع رقبے پر حاکم ہے،اس لیے ایسے ملک کے ساتھ سیاسی تعامل ایک واضح ضرورت ہے،تاکہ اپنی قوم کی نمائندگی سے پاکستان کے حکام سے تبادلہ خیال کریں۔ مہاجرین، مزدوروں، تاجروں اور دیگر طبقات کے مسائل کے حل کے لیے پوری کوشش کریں۔

امارت اسلامیہ کے مخالفین نے امریکی جارحیت کے ابتدا میں پروپیگنڈے کے طور پر افغان مجاہد عوام اور امارت اسلامیہ کو ایک چھوٹا، نام نہاد باغی اور دہشت گرد گروہ کے طور پر پیش کیا۔اب چوں کہ امارت اسلامیہ کی حقانیت، فوجی قوت اور اس کا سیاسی وقار عالمی سطح پر سورج کی طرح روشن ہوا ہے، تو ان کی نیندیں بھی اڑ گئی ہیں ۔ حقانیت اور حقیقت کے اس سورج کو وہ نہیں دیکھ سکتے، اسی لیے بغض و عناد کے شعلوں میں جل رہے ہیں۔

مگر انہیں سمجھنا چاہیے کہ حق اور حقیقت کبھی بھی ہمیشہ گردوغبار تلے دب نہیں رہتے۔اب ہر شخص سمجھ رہا ہے کہ امارت اسلامیہ ناقابل انکار حقیقت ہے۔اس سلسلے میں امارت اسلامیہ کی متحرک سفارتکاری نے دنیا اور خطے کے ممالک کو بھی باور کرایا ہے کہ امارت اسلامیہ مستقبل میں ایک ذمہ دار فریق کے طور پر علاقائی ممالک اور عالمی برادری کے ساتھ مشترکہ زندگی گزار سکتی ہے۔اس طرح کہ ہماری مؤمن قوم کے مقدس جہاد کے نتیجے میں ان کی دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل ہو چکی ہو اور ساتھ ہی ہمارا ملک اسلامی نظام، امن، خود مختاری اور ترقی کی دولت سے مالا مال ہو چکا ہو۔

●●●

# ارغنداب کا سانحہ اور مردہ ضمیریں

2020-12-14

ہفتہ وار تبصرہ

دشمن کی جانب سے مسلسل فضائی حملوں اور مختلف النوع جنگی جرائم کے سلسلے میں صوبہ قندہار ضلع ارغنداب کے ناگہان کے علاقے پر ایک بار پھر عوام کے گھروں پر بے دریغ بمباری کی گئی ہے، جس کے نتیجے میں 13 نہتے شہری شہید ہوئے ہیں، جن میں اکثریت بچوں کی ہیں۔ شہداء کی تصاویر المناک ہیں، جس میں ہونے والے جرم و درندگی کے حوالے سے شک وسوال کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ مگر اتنے واضح اور ناقابل تردید سانحہ کے باوجود پھر بھی انسانی حقوق کے علمبرداروں کے کان بہرے اور ضمیریں غافل ہیں، اب تک اس المیہ کے حوالے سے ردعمل کا اظہار نہیں کیا گیا ہے۔

ارغنداب پر بمباری ایسے وقت میں کی گئی ہے، جب کابل انتظامیہ اور اس کے بیرونی حامی بظاہر امن کی دعوت دے رہے ہیں، لڑائی اور حملوں میں کمی کی مہم چلائی جارہی ہے۔ یہ لوگ اس طرح پروپیگنڈے کے ذریعے عوام میں خود کو امن پسند متعارف کروانا چاہتے ہیں۔ مگر عملی طور پر نہ صرف جنگ کے شعلوں پر تیل چھڑک رہے ہیں، بلکہ جنگوں میں جنگی جرائم اور فضائی حملوں میں بھی بہت اضافہ کیا گیا ہے۔

وہ جماعتیں جو جنگ اور حملوں کی سطح کم کرنے کے لیے ہمیشہ یک طرفہ طور پر امارت اسلامیہ سے سفارش کرتی رہتی ہے، تاکہ یہ باور کرایا جاسکے کہ جنگ صرف امارت اسلامیہ نے جاری رکھی ہوئی ہے، اب انہیں ارغنداب کے اس عظیم جنگی جرم اور اس کے علاوہ دیگر فضائی حملوں اور مظالم کی مذمت بھی کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ انہیں کابل انتظامیہ کو مجبور کرنا چاہیے کہ اس طرح کے مظالم اور فضائی حملوں سے دستبردار ہوکر نہتے عوام کے قتل عام کو روک دیں۔

ہمیں سمجھ نہیں آرہی ہے کہ اس طرح کے کھلے عام ظلم و ستم کے خلاف خاموشی کو کس طرح جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔ ایسے سانحات پر خاموشی اختیار کرکے اپنی ضمیر کو کس طرح مطمئن کرسکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر نہتے فرد کا خون قیمتی اور دردناک ہے، کسی کو بھی اسے بہانے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ مگر بدقسمتی سے انسانی حقوق کے موجودہ چیمپئن خون کی معصومیت کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کرتے، بلکہ سب سے پہلے مجرموں کا اندازہ لگاتے ہیں، اگر مجرم کابل انتظامیہ کی افواج میں سے ہے یا بیرونی غاصب ہے، تو اس طرح کے واقعات جتنے بھی دلخراش ہونگے، اس کے خلاف خاموشی اختیار کرلی جائے گی، جیساکہ ارغنداب کے حالیہ واقعے پر جرم و درندگی کے خلاف خاموشی چھائی ہوئی ہے۔

امارت اسلامیہ اس طرح ظالمانہ اعمال کی شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہے اور اسے افغان مظلوم قوم کے خلاف شدید ترین ظلم، جفا اور ناقابل فراموش جرم سمجھتی ہے۔ اس طرح جرائم کے مرتکب افراد سے ایک دن ضرور ان کے مظالم کے حوالے سے قوم پوچھ گچھ کریگی۔ یہ کوئی بے سہارا قوم نہیں ہے، بلکہ قادر اور منتقم رب کریم اس کا مالک ہے۔ اس قوم کے فرزند بہادر اور حریت پسند غازی ہیں۔ کوئی بھی شخص غیر ملکی قوتوں کی حمایت اور ان کی عطاکردہ قوت پر غرور نہ کرے۔ اس قوم نے اس سے شدید آزمائشیں برداشت کی ہیں، مگر آخرکار اس کا ہر دشمن شرمندہ اور تاریخ میں خوار و ذلیل ہوچکا ہے۔

•••

# اخلاقی بدعنوانی کی کثرت اور شہریوں کے تحفظات

2020-12-06

ہفتہ وار تبصرہ

گذشتہ جمعہ میڈیا میں رپورٹ شائع ہوئی کہ دارالحکومت کابل شہر میں صرف ایک روز میں منشیات کی کثرت استعمال سے 7 نوجوان ہلاک ہوئے ہیں۔ ہلاک شدہ گان میں سے ایک خاتون اور تین نوجوانوں کی لاشیں کینٹینرز سے برآمد ہوئیں۔ اس حال میں کہ چندروز قبل نجی ٹی وی کے سربراہ کی لاش بھی ایسی ہی حالت میں ملی تھی۔

ہر معاشرے اور شہر میں جرائم موجود ہوتے ہیں، مگر کابل انتظامیہ کے ماتحت علاقوں میں اخلاقی فساد اور جرائم کی نوعیت بہت مختلف اور پریشان کن ہے۔ ہمارے معتزز ہموطنوں نے ماضی میں کبھی بھی اخلاقی فساد کے اس طرح ہولناک واقعات نہیں دیکھے۔ وہ کچھ جو کابل انتظامیہ کے زیر کنٹرول علاقوں میں روزمرہ کی بنیاد پر ہورہاہے، برسوں قبل ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔

اخلاقی فساد کے علاوہ دوسرے جرائم مثلاچوری، قتل، اغوابرائے تاروان وغیرہ میں اس حد تک اضافہ ہواہے، جس نے کابل اور دیگر شہریوں کے باشندوں کو شدید تشویش میں مبتلا کیاہواہے۔

اگر ان المیوں کی وجوہات کا جائزہ لیا جائے، توسب سے بڑی وجہ ایک عادل اسلامی نظام کا فقدان ہے۔ معاشرے میں اصلاحات کا آغاز حکام یا اوالوالامر کے اصلاح سے ہوتاہے۔ ہر معاشرہ اپنے حکمرانوں کا تابع ہوتاہے۔ عربی زبان کا مشہور قول ہے کہ (الناس علی دین ملوکھم) عوام اپنے حکمرانوں کے طور طریقے پر چلتے ہیں۔

چوں کہ ہمارے ملک پر 19 سالہ جارحیت کی وجہ سے اجنبی غلام، ڈاکو اور اخلاقی بدعنوانی میں ملوث افراد حکمران بن چکے ہیں، اسی لیے ان کے جرائم معاشرے میں سرایت کرچکے ہیں، جس نے ہماری پوری قوم خصوصاشہروں کے باشندوں کو بڑے مسائل سے دوچار کیاہے۔

ان جرائم کی سطح اس سے کئی گنا زیادہ ہے، جس کی رپورٹیں میڈیا پر آجاتی ہے۔ میڈیااس وجہ سے اس موضوع کو کوریج نہیں دیتا، کیوں کہ اس سے کابل انتظامیہ کی بدنامی ہوتی ہے۔ دیگر بڑے بڑے نقصانات کے علاوہ نوجوان نسل کی بےراہ روی اور سرکشی جارحیت اور موجودہ نافذ کرپٹ انتظامیہ کے ان سنگین نتائج میں سے ایک ہے، جس کی ہماری قوم ایک طویل عرصے تک شکار رہے گی۔

ان پریشانیوں اور مسائل کا واحد حل یہ ہے کہ ملک میں ایک عادل اور صالح اسلامی نظام حاکم ہوجائے۔ معاشرہ اسلامی شریعت کی روشنی سے منور ہوجائے۔ نوجوان اسلامی تعلیم اور تربیت کی نعمت سے مستفید ہوجائے۔ حکومت، ثقافت، معیشت، میڈیااور تمام امور اسلامی طریقے کے مطابق ہوجائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ معاشرے کی اصلاح صرف اسلامی نظام سے ممکن ہے اور اس ضمن میں مسلم امہ کے ایک عظیم رہبر امام مالک رحمہ اللہ کی یہ بات اصول ہے، جس میں فرماتے ہیں( لَن يَصْلُحَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ اِلاَّ بِمَا صَلَحَ بِهٖ اَوَّلُهَا ) اِس اُمت کے آخر کی بھی عین اسی چیز سے اصلاح ہوسکتی ہے، جس سے اس کا ابتدا میں اصلاح ہوچکی تھی۔ شروع میں امت کی اصلاح شریعت اور اسلامی احکام کی رعایت کرنے سے ہوئی تھی۔

امارت اسلامیہ اس لیے اسلامی نظام پر اصرار کررہی ہے، کیوں کہ شریعت میں دنیوی اور اخروی سعادت موجودہ ہے۔ تمام مسائل کا حل ہے اور آنے والے المیوں، سانحات، بدعنوانیوں اور بدبختیوں سے نجات کا واحد ذریعہ ہے۔

■ ■ ■

# افغانستان نومبر 2020 میں

**تحریر: احمد فارسی**

نوٹ: یہ تحریر ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لئے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ کا وزٹ کیجئے۔

ماہ نومبر میں اضلاع اور دشمن کے فوجی اڈوں کی فتوحات، فوجیوں اور پولیس اہل کاروں کی امارت اسلامیہ میں شمولیت اور دشمن کو ہونے والے نقصانات اور دیگر واقعات درج ذیل سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

## افغان فورسز کے نقصانات اور اموات:

یکم نومبر کو کابل میں صوبہ تخار کا کمانڈر اور دو نومبر کو صوبہ میدان وردگ کا سرکاری جج مارا گیا، 5 نومبر کو کابل میں ایک کمانڈو کمانڈر کو مارا گیا، 7 نومبر کو شمالی صوبے بلخ میں ایک ازبکی کمانڈر کو ہلاک کیا گیا، اگلے روز کابل میں وزارت دفاع کا ایک افسر، صوبہ ہرات میں ایک کمانڈر اور پکتیکا میں ایک پولیس افسر ہلاک ہوئے، اسی دن صوبہ فراہ میں ضلع پشترود کا پولیس چیف بھی مارا گیا۔

افغان فورسز کی ہلاکتوں کے سلسلے میں 14 نومبر کو کابل میں صوبہ فاریاب کا ایک کمانڈر اور کمانڈو کمانڈر ہلاک ہوا، 18 نومبر کو صوبہ فاریاب میں جنرل دوستم کا جنگجو کمانڈر ہلاک ہوگیا، اگلے روز صوبہ بدخشاں کے علاقے درواز میں ایک کمانڈر اپنے 21 اہل کاروں سمیت ہلاک ہوگیا، 20 نومبر کو صوبہ بغلان میں ایک کمانڈر اپنے کئی ساتھیوں سمیت ہلاک ہوگیا۔ 26 نومبر کو صوبہ بلخ کے شہر مزار شریف میں ایک ازبکی کمانڈر مارا گیا، 28 نومبر کو کابل میں دو موجودہ ججوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ 30 نومبر کو افغان فوج کا سینئر افسر اور ہرات کے ضلع اوبی کے پولیس چیف ہلاک ہوگئے۔

11 نومبر کو ننگرہار میں دشمن کے دو ہیلی کاپٹر گر کر تباہ ہوئے اور ہرات میں ایک لڑاکا طیارہ گر کر تباہ ہوا، دشمن کے جانی نقصان کی صحیح تعداد کئی گنا زیادہ ہے۔

## نہتے شہریوں پر تشدد اور ان کے نقصانات:

نہتے شہریوں کا جانی و مالی نقصان نومبر میں بھی جاری رہا، 2 نومبر کو صوبہ خوست میں سفاک فوجیوں نے ایک چھاپے کے دوران چار شہریوں کو شہید کر دیا، 3 نومبر کو افغان فورسز کی فائرنگ سے قندوز میں ایک خاندان کے پانچ افراد شہید ہوئے، اسی روز صوبہ پکتیکا میں بھی پولیس کی فائرنگ سے تین شہری جان سے گئے، 8 نومبر کو صوبہ غزنی میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک خاندان کے پانچ افراد شہید ہوگئے، 18 نومبر کو صوبہ قندوز میں افغان فورسز کے بھاری ہتھیاروں کے نتیجے میں 12 شہری شہید ہوگئے۔

22نومبر کو صوبہ دایکنڈی میں افغان فورسز کے ایک فضائی حملے میں خواتین اور بچوں سمیت 5افراد جاں بحق ہوگئے۔ 27نومبر کو صوبہ بادغیس میں افغان فوج کی بمباری سے ایک خاندان کے 13افراد شہید ہوگئے۔

مذکورہ بالا واقعات مظلوم اور غریب لوگوں کے خلاف کابل انتظامیہ کے مظالم کی چند مثالیں ہیں۔ شہری اموات کی صحیح تعداد اور واقعات کی تفصیلات امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر شائع ہونے والی خصوصی رپورٹ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

## ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ:

16نومبر کو امارت اسلامیہ نے ایک خبر شائع کی کہ پچھلے ایک مہینے کے دوران دشمن کے 1500 فوجی اور پولیس اہل کاران کے ساتھ شامل ہوئے ہیں، مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے سلسلے میں یکم نومبر کو قندھار کے ضلع پنجوائی میں دشمن کے 50اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا، 3نومبر کو صوبہ روزگان کے ضلع دہراودون میں 27فوجی سرنڈر ہوگئے، 6نومبر کو صوبہ بلخ میں 65 اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور 18نومبر کو صوبہ روزگان میں کابل انتظامیہ کے 82 فوجیوں اور پولیس اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونے کا اعلان کیا۔

11نومبر کو صوبہ ہلمند میں کابل انتظامیہ کے 20اہل کار مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہوئے، 15نومبر کو صوبہ لغمان میں دشمن کے 10اہل کار مجاہدین میں شامل ہوئے، 18نومبر کو قندھار میں 70فوجیوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کیا، 29نومبر کو ننگرہار میں 15اہل کاروں، روزگان میں 22اور بلخ میں درجنوں اہل کاروں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

تقریباہر ماہ اوسطا کابل انتظامیہ کے 1500 سے زائد اہل کار اور کارکن مجاہدین میں شامل ہوجاتے ہیں جن کی مکمل فہرست امارت اسلامیہ کے متعلقہ کمیشن کی جانب سے مہینے کے آخر میں شائع کی جاتی ہے۔

## الفتح آپریشن:

یکم نومبر کو مجاہدین نے تخار میں کمانڈوز پر ہلاکت خیز حملہ کیا جس میں متعدد کمانڈوز ہلاک اور زخمی ہوگئے، 3نومبر کو قندوز میں مجاہدین نے سرحدی فورس پر حملہ کیا جس میں دشمن کے درجنوں اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے، اگلے روز امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے قندوز میں دشمن کے ایک اہم فوجی اڈے کو تباہ کرنے کا اعلان کیا جو عام شہریوں کو ہراساں کرنے کا باعث بنا ہوا تھا۔ 9نومبر کو قندھار میں بارڈر پولیس پر کار بم دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں 50پولیس اہلکار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 13نومبر کو مجاہدین نے صوبہ قندوز میں دشمن کا ایک اور فوجی اڈہ تباہ کردیا، اسی روز صوبہ روزگان کے ضلع دہراود کو مجاہدین نے فتح کرنے کا اعلان کیا، 16نومبر کو قندوز کے ضلع دشت ارچی کا بازار مجاہدین کے زیر کنٹرول آیا اور 29نومبر کو صوبہ غزنی میں ایک فدائی مجاہد نے دشمن کے فوجی اڈے پر حملہ کیا جس میں 50 کے قریب فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

## غیر ملکی فوجیوں کی واپسی:

17نومبر کو نیٹو نے ایک بار پھر افغانستان سے اپنی فوجوں کے انخلا کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ "کوئی بھی ملک زیادہ عرصہ تک افغانستان میں نہیں رہنا چاہتا ہے،" بیان میں کہا گیا ہے۔ اگلے روز پینٹاگون نے بھی ایک بیان میں اعلان کیا کہ وہ آئندہ سال کے جنوری تک فوج کی تعداد کو کم کرکے 2500 کردی جائے گی۔ 19نومبر کو برطانیہ نے بھی اعلان کیا کہ وہ افغانستان سے فوجی واپس بلائیں گے، 25نومبر کو جرمنی نے بھی قندوز سے اپنی فوج واپس بلانے کا اعلان کیا، 28نومبر کو قابض افواج نے ملک کے مختلف حصوں اور صوبوں میں پانچ اڈے بند کرنے کا اعلان کیا۔

★★★★★★★★★

# جنگی جرائم (دسمبر 2020)

تحریر: سید سعید

یکم دسمبر 2020 کو افغان فضائیہ نے صوبہ غزنی کے ضلع خواجہ عمری کے گاؤں حاجی کلی میں ایک مسجد اور ایک دینی مدرسہ پر بمباری کی جس سے دونوں کو نقصان پہنچا۔

یکم دسمبر کو صوبہ تخار کے ضلع اشکمش میں افغان فوج نے فوجی اڈے سے رہائشی علاقوں پر مارٹر فائر کیا جس کے نتیجے میں ایک بچہ شہید اور دو زخمی ہوگئے۔

یکم دسمبر کو افغان فورسز نے صوبہ روزگان کے ضلع دہراود کے علاقے دیوانہ ورخ اور اخوندزادہ خیل میں شہری آبادی کو مارٹر اور بھاری ہتھیاروں سے نشانہ بنایا جس کے نتیجے میں 3 خواتین شہید اور بچوں سمیت چھ شہری زخمی ہوگئے۔

یکم دسمبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے علاقے نہر سراج میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک معصوم بچہ شہید ہوگیا۔

3 دسمبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے علاقے نہر سراج میں سرکاری فوج کے فضائی حملے میں ایک خاتون شہید اور تین افراد زخمی ہوگئے۔

5 دسمبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار کے سرآسیاب اور رینگی علاقوں میں چھاپوں کے دوران سرکاری فوج نے عام شہریوں کے گھروں کے دروازے توڑ ڈالے، ایک شہری کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔

6 دسمبر کو صوبہ کاپیسا کے ضلع الہ سائی کے فقیر خیل گاؤں میں اربکی ملیشیا نے قبائلی رہنما حاجی سید خان کو شہید کر دیا۔

6 دسمبر کو صوبہ قندوز کے ضلع امام صاحب کے علاقے اشامنگ میں سرکاری فوج کی فائرنگ سے ایک خاتون سمیت دو افراد شہید ہوئے۔

6 دسمبر کو صوبہ غزنی کے ضلع خوگیانی کے سیداں گاؤں میں افغان فضائیہ نے ایک مسجد پر بمباری کی جس سے مسجد کو نقصان پہنچا، ایک شہری شہید اور تین دیگر زخمی ہوگئے۔

6 دسمبر کو صوبہ خوست کے ضلع علیشیر کے علاقے خلبسات میں پولیس اہل کاروں نے ایک شہری (خالد) جو حال ہی میں دبئی سے آیا تھا، کو گاڑی سے اتار کر بدترین تشدد کا نشانہ بنایا جس سے وہ موقع پر دم توڑ گیا۔

9 دسمبر کو صوبہ روزگان کے ضلع دہراود کے علاقے لونڈانی میں افغان فضائیہ کی بمباری سے ایک گھر تباہ ہوا جس میں ایک شہری شہید اور دو دیگر زخمی ہوگئے۔

10 دسمبر کو قابض افواج نے صوبہ قندھار کے ضلع ژیڑی کے علاقے لاکو خیل میں عام شہریوں کے گھروں پر بمباری کی جس کے نتیجے میں دس شہری شہید ہوگئے۔

10 دسمبر کو صوبہ فاریاب کے ضلع گریزیوان کے علاقے نمرہ میں پولیس اہل کاروں کی فائرنگ سے ایک شہری زخمی اور اس کا بیٹا شہید ہوگیا۔

10 دسمبر کو افغان فورسز نے صوبہ قندھار کے ضلع ارغستان کے علاقے شیغزو میں عام شہریوں کے گھروں پر چھاپے کے دوران متعدد افراد کو تشدد کا نشانہ بنایا اور دو شہریوں کو شہید کر دیا۔

10 دسمبر کو صوبہ ہرات کے ضلع شیندنڈ کے بازار میں اربکی ملیشیا نے ایک شہری کو شہید کر دیا۔

11 دسمبر کو سرکاری فوج نے صوبہ جوزجان کے ضلع فیض آباد کے گاؤں سہ درخت پر مارٹر فائر کیا جس کے نتیجے میں ایک شہری شہید اور دو زخمی ہوگئے۔

12 دسمبر کو صوبہ بغلان کے ضلع تالہ برفک کے مضافات میں افغان فورسز کے مارٹر کے حملے میں ایک شہری شہید اور اس کے گھر کو نقصان پہنچا۔

12 دسمبر کو صوبہ قندوز کے ضلع خان آباد کے پرانے پمپ کے علاقے میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک نوجوان شہید ہوگیا۔

13 دسمبر کو سرکاری فوج نے صوبہ قندھار کے ضلع ارغنداب کے گاؤں ناگن سزی پر بمباری کی جس سے متعدد مکانات تباہ ہوگئے، خواتین اور بچوں سمیت تیرہ شہری شہید اور متعدد شہری زخمی ہوگئے۔

13 دسمبر کو صوبہ لغمان کے ضلع علیشنگ کے علاقے اسلام آباد میں افغان فورسز نے مقامی آبادی کو بھاری ہتھیاروں سے نشانہ بنایا جس سے 5 بچے شہید اور زخمی ہوگئے۔

13 دسمبر کو صوبہ فراہ کے ضلع جوین کی مرکزی مسجد کے خطیب مولوی غلام سخی کو افغان فورسز نے اپنے گھر سے اٹھایا اور بعدازاں انہیں شہید کردیا۔

15 دسمبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک کے علاقے داب بازان میں پولیس اہل کاروں نے ایک شہری (مچھلی فروش) کو اپنے گھر کے سامنے شہید کردیا۔

15 دسمبر کو سرکاری طیاروں نے صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے علاقے یرگتو میں مشہور بزرگ (ملا نوح بابا رحمۃ اللہ) کے مقبرے پر بمباری کی جس کے قریب چھ شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔

16 دسمبر کو صوبہ غزنی کے ضلع قرباغ کے مضافات میں افغان فورسز نے ایک نوجوان کو تشدد کا نشانہ بنایا، پھر اس کو نصب شدہ بارودی سرنگ پر بٹھایا، جس سے دھماکہ ہوا اور وہ موقع پر شہید ہوا، پچھلے سال بھی افغان فوج نے لوگر میں ایک شہری جو طویل مدت بعد سعودی عرب سے وطن واپس آیا تھا، کو اسی طرح شہید کردیا تھا۔

16 دسمبر کو صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک کے علاقے تاسین میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک بچہ شہید ہوگیا۔

16 دسمبر کو صوبہ نیمروز کے ضلع دلارام کے مضافات میں سرکاری فوج کے مارٹر حملے میں دو شہری شہید اور تین دیگر زخمی ہوگئے۔

17 دسمبر کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع کے علاقے غلو غوندی میں افغان فورسز نے عام شہریوں کی گاڑی پر فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ایک شہری شہید اور دوسرا زخمی ہوگیا۔

17 دسمبر کو صوبہ قندھار کے ضلع ارغستان کے گاؤں سندرزو میں سرکاری طیاروں کی بمباری میں 8 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔

18 دسمبر کو صوبہ روزگان کے ضلع خاص روزگان کے سیدان گاؤں میں افغان فورسز کے مارٹر حملے میں ایک خاتون شہید اور ایک بچی زخمی ہوگئی۔

18 دسمبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے منگل لگدہ، کوچیان قلعہ اور چنڈلی علاقوں میں قابض اور افغان فورسز نے چھاپوں کے دوران لوگوں کے گھروں کے دروازوں کو دھماکہ خیز مواد سے اڑایا، نقد رقم اور قیمتی سامان لوٹ لیا اور دو شہریوں کو حراست میں لیا۔

21 دسمبر کو سرکاری فوج نے صوبہ لوگر کے ضلع پل عالم کے علاقے دوشنبہ میں ایک مسجد پر بمباری کی جس سے قریب واقع ایک مکان کو نقصان پہنچا۔

22 دسمبر کو صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ کے علاقے شوز میں حملہ آوروں کے ڈرون حملے میں دو عام شہری شہید ہوگئے۔

23 دسمبر کو صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ کے علاقے شوز میں افغان فورسز نے شہریوں کے گھروں پر چھاپے کے دوران ایک شہری کو شہید اور 7 دیگر افراد کو حراست میں لیا۔

26 دسمبر کو صوبہ کابل کے ضلع قرباغ کے گاؤں حاجیان میں ایک چھاپے کے دوران افغان کمانڈوز نے ایک شخص کو شہید اور ایک شخص کو حراست میں لیا۔

26 دسمبر کو صوبہ کنڑ کے ضلع منور کے گاؤں ورسک میں افغان فورسز کی فائرنگ سے ایک بچہ شہید ہوگیا۔

27 دسمبر کو صوبہ زابل کے ضلع ارغنداب کے گاؤں طاوسخیل میں افغان فوج نے ایک نوجوان کو شہید کیا۔

27 دسمبر کو صوبہ ننگرہار کے ضلع رودات میں افغان فورسز کے چھاپے کے دوران دو عام شہری شہید ہوگئے۔

30 دسمبر کو صوبہ دایکندی کے ضلع گیزاب کے علاقے ملک حضرت اور سیدان میں افغان فورسز کے بھاری ہتھیاروں اور فضائی حملوں میں دو مقامی ڈاکٹر، ایک عورت اور تین دیگر عام شہری شہید ہوگئے اور کچھ مکانات تباہ ہوگئے۔

31 دسمبر کو صوبہ خوست کے دارالحکومت کے قریب متون کے علاقے میں واقع فوجی اڈے کے فوجیوں نے محمد عظیم نامی شہری، جو گاڑی چلا رہا تھا کو شہید کردیا، نیز سیکورٹی فورسز نے صوبہ خوست کے ضلع صبری کے علاقے خانی خوڑ میں ایک طالب علم (نصرت اللہ) کو اپنے گھر سے حراست میں لیا اور بعدازاں اس کو شہید کردیا۔

31 دسمبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع گردے چیری کے گاؤں کرزی میں سیکورٹی فورسز نے عبدالحمید نامی ایک شخص کو شہید کردیا، اس سے ایک دن قبل بھی اسی گاؤں میں سیکورٹی فورسز نے ایک نوجوان کو شہید کیا تھا۔

ذرائع: [بی بی سی ریڈیو، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک اور پژواک نیوز ایجنسیز، لراوبر، نن ڈاٹ ایشیاء، افغان اور بینوا ویب سائٹس]

★★★

دسمبر 2020 کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

| نمبر شمار | صوبہ | کارروائیوں کی تعداد | فدائی حملے | دشمن کے مالی اور جانی نقصانات | | | | | عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| | | | | صلیبیوں کی اموات | صلیبیوں کے زخمی | ایجنٹوں کے ہلاکتیں | ایجنٹوں کے زخمی | فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی | مجاہدین کے شہداء | مجاہدین کے زخمی | گاڑیوں کی تباہی |
| 1- | قندھار | 122 | | | | 162 | 100 | 38 | 2 | 2 | 1 |
| 2- | ہلمند | 199 | | | | 197 | 488 | 81 | 22 | 48 | |
| 3- | زابل | 32 | | | | 57 | 10 | 6 | | 1 | |
| 4- | روزگان | 45 | | | | 99 | 39 | 6 | 2 | 14 | |
| 5- | ہرات | 70 | | | | 55 | 48 | 8 | 4 | 3 | |
| 6- | فراہ | 18 | | | | 22 | 35 | 1 | 2 | 4 | 1 |
| 7- | بادغیس | 33 | | | | 28 | 31 | | 1 | 3 | |
| 8- | نیمروز | 7 | | | | 15 | 1 | 1 | | | |
| 9- | غور | 8 | | | | 6 | 9 | 2 | | | |
| 10- | فاریاب | 31 | | | | 52 | 35 | 3 | 1 | 3 | |
| 11- | کونڑ | 38 | | | | 12 | 26 | 1 | | | |
| 12- | نورستان | 2 | | | | | 2 | | | | |
| 13- | غزنی | 68 | | | | 74 | 34 | 8 | | | |
| 14- | خوست | 41 | | | | 49 | 35 | 9 | | | |
| 15- | میدان وردگ | 61 | | | | 84 | 61 | 22 | | | |
| 16- | لوگر | 65 | | | | 110 | 57 | 13 | | | |
| 17- | کاپیسا | 31 | | | | 28 | 27 | 2 | | | |
| 18- | پکتیا | 44 | | | | 38 | 40 | 13 | | | |
| 19- | پکتیکا | 10 | | | | 16 | 8 | 3 | | | |
| 20- | ننگرہار | 38 | | | | 47 | 62 | 8 | | | |
| 21- | لغمان | 25 | | | | 30 | 24 | 9 | | | |
| 22- | کابل | 22 | | | | 25 | 22 | 10 | | | |
| 23- | پروان | 3 | | | | 7 | 1 | 2 | | | |
| 24- | قندوز | 46 | | | | 126 | 46 | 7 | | | |
| 25- | بغلان | 22 | | | | 71 | 55 | 6 | | | |
| 26- | تخار | 8 | | | | 18 | 10 | 2 | | | |
| 27- | سمنگان | 4 | | | | 5 | 5 | | | | |
| 28- | بدخشان | 11 | | | | 11 | 20 | 2 | | | |
| 29- | جوزجان | 15 | | | | 21 | 12 | 3 | | | |
| 30- | بلخ | 80 | | | | 146 | 65 | 28 | | | |
| 31- | بامیان | | | | | | | | | | |
| 32- | سرپل | 13 | | | | 6 | 4 | 2 | | | |
| 33- | دای کنڈی | 4 | | | | 18 | 11 | 2 | | | 1 |
| 34- | پنجشیر | | | | | | | | | | |
| مجموعہ | | 1216 | | | | 1635 | 1423 | 298 | 34 | 78 | 3 |

# فرمان امیر المؤمنین

## شیخ الحدیث ہبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ

تعلیم اور تربیت زندگی کی اہم ترین ضروریات میں سے ہے۔
نئی نسل اور نوجوان طبقہ علم ودانش کے زیور سے خود کو آراستہ کرے۔
علم کے حصول کی جانب متوجہ رہے اور اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرے۔

ملک کے ہر حصے تک تعلیمی سہولیات پہنچانا ہمارے اہم ترین اہداف میں سے ہے۔ اسی لیے امارتِ اسلامیہ کے ذمہ داران اور مجاہدین کو ہدایات دی گئی ہیں کہ عوام کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے شعبے پر بہت توجہ دیں۔ تعلیمی مراکز، مدارس اور سکولوں کی تعمیر کے شعبے میں راہ ہموار کریں اور مکمل تعاون کریں۔

SHARIAT
Monthly Islamic Magazine